ناولٹ

اب عشق کا موسم ہی نہیں

نبیلہ ابر راجہ

جنوری کا سرد ترین دن تھا زریم کافی دیر سے شارق کا انتظار کر رہی تھی کالج تقریباً" خالی ہو چکا تھا اس سے پہلے شارق کبھی اتنی دیر سے نہیں آیا تھا اس طوفانی موسم کے تیور بڑے جارحانہ لگ رہے تھے کیونکہ آسمان پہ کالے سیاہ بادل قطار در قطار جمع ہو رہے تھے۔

زریم نے آستین ہٹا کر ٹائم دیکھا چھٹی ہوئے ایک گھنٹہ ہونے کو تھا اس نے دل میں کچھ سوچا اور ارادوں کو مضبوط کرتی گیٹ کراس کرکے باہر آ گئی عین سامنے والی سڑک پر بس اور ویگن اسٹاپ تھا اور بے رحم بادل برسنے کو تیار کھڑے تھے اسے فیصلہ کرنا ہی تھا آج دوسری بار ایسا ہوا تھا کہ شارق بھائی اسے لینے

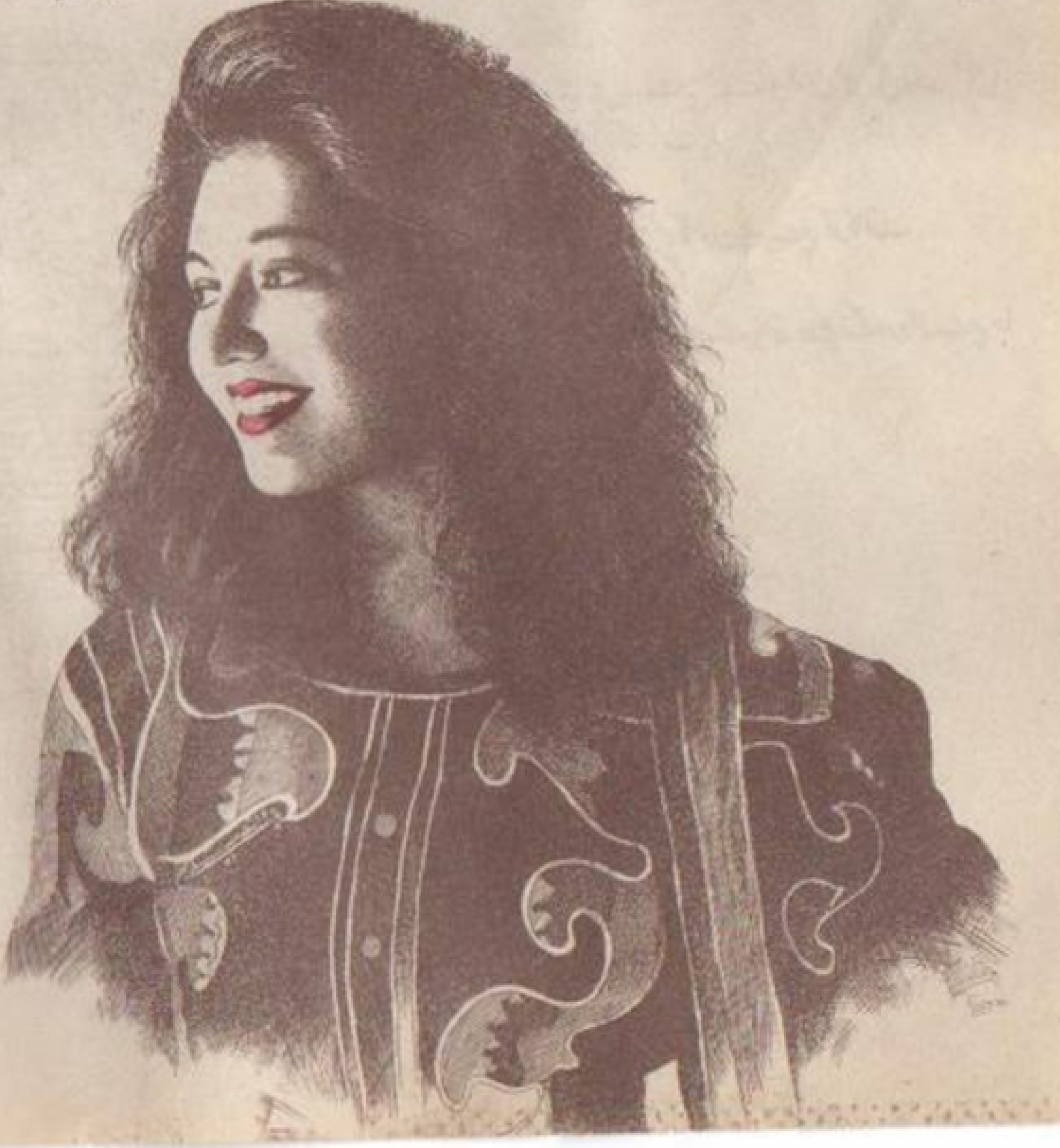

نہیں آئے تھے پہلی بار اس وقت جب وہ نئی نئی کالج آئی تھی اور بڑی پھوپھو کی ڈیتھ ہو گئی تھی تو اس روز سب ادھر چلے گئے اسے لینے آنا کسی کو بھی یاد نہیں رہا تھا سو وہ فائزہ رحمن کے ساتھ اس کی گاڑی میں گھر آئی تھی تو گیٹ پر وزنی تالا پڑا ہوا تھا اسے پڑوسیوں سے حالات کا علم ہوا اور آج دوسری بار ایسا ہوا تھا کہ کوئی اسے لینے نہیں آیا تھا۔

اس کے اندر انجان سے خدشے جاگنے لگے بیگ دوسرے کندھے پر منتقل کرتے ہوئے اس نے تیز تیز قدموں سے اسٹاپ کی طرف چلنا شروع کر دیا اسی اثناء میں بارش کی موٹی موٹی بوندوں نے اس کا مزاج دریافت کرنا شروع کر دیا بس اسٹاپ تک وہ مکمل بھیگ چکی تھی کتابوں کی اسے فکر نہیں تھی ہاں کپڑوں کی ضرور تھی کہ اگر اس بھیگے بھیگے حلیے میں گھر پہنچی تو جانے کیا ہو گا؟ اسے بھی زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ کبھی اس نے لوکل گاڑیوں پہ سفر نہیں کیا تھا کلاس

دن سے لے کر میڈیکل کے فائنل تک ڈیڈی اور بھائی اسے پک اینڈ ڈراپ کرتے رہے کیونکہ انہیں گھر کی خواتین کا یوں لوکل گاڑیوں میں دھکے کھانا پسند نہیں تھا ڈیڈی کا کہنا تھا کہ ان گاڑیوں کے ڈرائیور تعلیم سے بے بہرہ اور کم تعلیم یافتہ ہونے کے باعث عورتوں کی عزت سے آگاہ نہیں ہوتے ان اوباش نظروں کا سامنا کرنے کی ہر کسی میں ہمت نہیں ہوتی

اور ان کی عورتوں میں اعتماد تھا ہی نہیں اگر تین منٹ کے فاصلے پر بھی جانا ہوتا تو گاڑی نکالی جاتی سو آج تک ان کے خاندان کی کسی عورت نے لوکل گاڑی پر سفر نہیں کیا تھا لڑکیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اعتماد و جرات سے محروم تھیں۔

آج زریم اس رسم کو توڑنے جا رہی تھی۔ دل میں تو وہ بھی ڈر رہی تھی مگر یہ موسم آج ہر ڈر دور کرنے پر اکسا رہا تھا اسٹاپ پر اکا دکا بسیں ہی رک رہی تھیں وہ بھی بھری، بھری، اناڑی پنے کے باعث وہ ان میں

چڑھنے کا سوچتی ہی رہ جاتی اور بس رخصت ہو جاتی آس پاس ریڑھی فروش رنگ رنگ کی اشیاء سجائے بیٹھے تھے "گرم گرم سموسے لے لو، چکڑ چھولے مزیدار ہیں آؤ آؤ کھاؤ صاحبو، تکے ہیں اصلی تکے، سیخ کباب سیخ کباب" ملی جلی آوازیں اس کی بھوک کو اور بھی چمکا رہی تھیں۔ دل چاہ رہا تھا کوئی گرم گرم چیز کھا کر سردی کی شدت کو کم کرے مگر ڈر لگ رہا تھا کہ اگر کسی خاندان والے نے دیکھ لیا تو۔ اسی وجہ سے وہ دل پر پتھر رکھ گئی۔

بھیگی چادر اس نے مضبوطی سے اپنے ارد گرد لپیٹ لی اور اوور آل اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیا سردی ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھی اس کے ساتھ اور لوگ بھی بس کا انتظار کر رہے تھے اس روٹ پر اکا دکا ٹیکسیاں اور رکشے چلتے تھے اور جو آ رہے تھے خالی نہیں تھے یہی حالی سوزوکیوں کا تھا لوگ ٹھنس ٹھنسا کر بیٹھے ہوئے موسم کی شدت سے بچنے کی فکر میں تھے نریم رو دینے کو تھی آس پاس کچھ لڑکے مسلسل معنی خیز نگاہوں میں اس کی طرف اشارے کر رہے تھے اللہ اللہ کر کے ایک بس آئی جو قدرے خالی تھی اس نے اس بار ہمت کر کے بس کا ڈنڈا پکڑ ہی لیا اور پوری مضبوطی سے زور لگا کر اوپر چڑھ گئی۔

اسٹاپ پر کھڑے لوگ بھاگ کر اندر داخل ہونا شروع ہو گئے نریم کو جو دھکا لگا وہ گرتے گرتے بچی، پوری بس بھری ہوئی تھی وہ ڈرائیور کی سیٹ کی پشت پر کھڑی ہو گئی اس کے سامنے چار فیشن ایبل سی کٹے بالوں والی لڑکیاں بیٹھی تھیں مٹی مٹی سی لپ اسٹک اور پھیلا ہوا میک اپ انہیں ورکنگ وومن ظاہر کر رہا تھا ان کے پیچھے کالج و یونیورسٹی کے لڑکے تھے جو صبح اچھا خاصا تیار ہو کر پرفیوم میں نہا کر نکلے تھے مگر اب بھیگے مرغے لگ رہے تھے دائیں بائیں آگے پیچھے لوگوں کا بیکراں سمندر تھا اتنے زیادہ لوگ اتنی کم سی جگہ میں سمائے دیکھ کر وہ انگشت بدنداں تھی کنڈیکٹر مزید لوگوں کو "آؤ جی جگہ ہے" کا نعرہ لگا کر بلا رہا تھا۔

پیچھے سے اسے پھر دھکا لگا اور وہ ڈرائیور کی سیٹ کی طرف الٹتے الٹتے بچی اگر وہ اپنے آپ کو سنبھال نہ لیتی تو یقیناً "اس وقت ڈرائیور کی گود میں آرام کر رہی ہوتی "ڈیڈی ٹھیک کہتے ہیں ان بسوں کے ڈرائیور واقعی بہت گھٹیا ہوتے ہیں۔" روہانسے انداز میں اس کے منہ سے یہی جملہ نکلا۔ خدا خدا کر کے بس چلنی شروع ہوئی ٹیپ ریکارڈر فل آواز میں بج رہا تھا۔ مگر نریم کا دھیان اس طرف نہیں تھا وہ تو گھر والوں کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اس طرح آنے کا کیا جواز پیش کرے گی نہ جانے ڈیڈی اور بھائی کس طرح پیش آئیں اور پھر اس حلیے میں، وہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔ بس کی مسموم فضا میں سگریٹ اور پرفیوم کی ملی جلی خوشبو پھیلی ہوئی تھی اس نے سر جھٹکا اور بجتے گانے کی طرف توجہ کی جو پہلے اس طرف نہیں تھی گانے کے بول سمجھ میں آتے ہی اس کے رخسار مارے حیا کے سرخ ہو گئے ڈوئیٹ گانے میں گلوکار اور گلوکارہ اپنی گزری شب عروسی کے واقعات سر اور لے میں بیان کر رہے تھے اس کے بعد ایک اور گانا شروع ہوا جس نے نریم کے ضبط کا پیمانہ لبریز کر دیا گلوکارہ لہک لہک کر سوال کر رہی تھی کہ۔

"میری چڑھدی جوانی منگدی نی دسو تانوں کی چاہی دا"

اس "کی چاہی دا" کے بعد وہ جو جو کہہ رہی تھی اسے سن سن کے نریم کا دل چاہا وہ ابھی اس بس سے اتر جائے اس نے پاس بیٹھے ایک معمر شخص سے التجا کی کہ اس گانے کو بند کروائے وہ بھی شریف حیادار آدمی تھا جھٹ پاس آتے کنڈیکٹر سے کہا کہ "یہ بچی کہہ رہی ہے گانا بند کرو۔"

"کیوں جی اس میں کیا برائی ہے۔" وہ بیہودہ سا کنڈیکٹر ایک آنکھ بند کر کے عامیانہ طریقے سے بولا اور سیدھا اس کے پاس چلا آیا نریم بدک گئی۔

"دیکھو اسے بند کرو ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔" اسے کچھ نہ کچھ کہنا ہی تھا کنڈیکٹر بھی باز آنے والا نہیں تھا اس نے اچھی خاصی بدتمیزی کی اور پہلے سے بھی باآواز بلند ریکارڈ بجنے لگا نریم کھولتی غصہ ضبط کرتی ایک

اسٹاپ پہلے ہی پیچھے اتر گئی۔

سامنے ٹریفک پولیس کا ایک اہلکار کھڑا تھا اس نے پل بھر میں جرات مندانہ فیصلہ کر لیا اور پل بھر کے لیے مڑ کر دیکھا بس تقریباً "آدھی خالی ہو چکی تھی اور کھڑی تھی کنڈیکٹر صدائیں لگا رہا تھا۔

"دیکھیے وہ جو بس سامنے کھڑی ہے اس کا ڈرائیور اور کنڈیکٹر بہت بیہودہ آدمی ہیں اخلاق سوز گانے منع کرنے کے باوجود چلا رہے ہیں انہوں نے ہمارے سامنے بہت بدتمیزی کی آپ کیسے محافظ ہیں آپ کی ناک تلے یہ سب ہو رہا ہے اگر آپ کی بہنوں ماؤں کے ساتھ ایسا ہوتا تو۔" نریم جو بے حد جذباتی ہو رہی تھی اچھی خاصی تقریر جھاڑ گئی۔

ٹریفک پولیس کی بھی سوئی غیرت ضرب کھا کر جاگی اس نے فوراً "وائرلیس سیٹ پر کسی سے رابطہ کیا اور دو آدمیوں کو لے کر بس کی طرف بھاگا۔

نریم کی ایک پریشانی ختم ہوئی تو دوسری شروع ہو گئی گھر آ چکا تھا شارق بھائی اسے لینے نکل رہے تھے اس کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ "بھائی جان مجھے کھڑے کھڑے کافی دیر ہو گئی تو انیلا نے مجھے لفٹ آفر کی وہ کافی جلدی میں تھی اس لیے ایک اسٹاپ پیچھے اتار دیا اس وجہ سے کپڑے بھیگ گئے۔" اس نے نظریں زمین میں گاڑے گاڑے جھوٹ بولا تو شارق نے مضبوط دلیل سن کر بھی (جھوٹی ہی سہی) اسے ڈانٹنا ضروری سمجھا۔

"امی کو پھر ہارٹ پین شروع ہو گیا تھا انہیں ہاسپٹل لے گیا وہاں دیر ہو گئی شرجیل بھائی آفس سے ہی فرانس سے آئے ہوئے ایک ڈیلی گیشن کے ساتھ چلے گئے میں تو سوچ رہا تھا کہ تم کالج میں ہی میرا انتظار کرو گی۔" شارق اب کافی پرسکون ہو چکا تھا۔

"بھائی مجھے بادلوں سے خوف آ رہا تھا انیلا نے آفر کی تو میں انکار نہ کر سکی۔" اس کی حالت معمول پر آ گئی امی کی طبیعت کی خرابی کا سن کر اس نے کپڑے بدلے بغیر ہی ان کے کمرے کا رخ کیا جہاں وہ محو خواب تھیں۔

علیزا بھابھی کچن میں مصروف تھیں سنی اور نوی کھیل رہے تھے کھانا کھائے بغیر ہی نریم بھی کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی بس میں سنے گئے گانے پھر سے اس کے کانوں میں گونجنے لگی ان سب بہن بھائیوں کا ذوق بڑا سلجھا ہوا تھا گانا چاہے کلاسیکل ہو یا نیم کلاسیکل اس کے انتخاب میں معیار کو اولیت دی جاتی خود اس کا کہنا تھا کہ ایسی موسیقی کا شوق ہونا چاہیے جو ہزاروں آدمیوں کے سامنے بھی فخر سے سنی جا سکے نہ کہ بیہودہ بولوں کی بدولت انگلیاں کانوں میں ٹھونسنی پڑیں ان کے ماں باپ نے ان کی کڑی تربیت کی تھی لڑکیاں تو لڑکیاں، لڑکوں سے بھی خاصی سختیاں روا رکھی گئی تھیں انہیں تھرڈ کلاس لٹریچر پڑھنے غیر ملکی فلمیں دیکھنے لڑکیوں سے بلاوجہ فری ہونے اور رات نو بجے کے بعد گھر سے باہر رہنے کی اجازت نہیں تھی۔

جہاں ان پابندیوں نے شرجیل اور شارق پر مثبت اثرات مرتب کیے تھے وہاں کچھ ناپسندیدہ عادات کو بھی جنم دیا تھا وہ انتہائی سخت گھٹی اور روایتی سے مرد بن گئے تھے انہوں نے ساری کسر نازیہ اور نریم پر نکالی تھی نازیہ کی تو خیر شادی ہو گئی تھی مگر اب نریم مشق ستم تھی یا پھر علیزا جو خاندان سے باہر کی تھی شروع شروع میں تو وہ بھی ان اعلیٰ درجے کی اخلاقی پابندیوں سے گھبرائی مگر رفتہ رفتہ نوی اور سنی کی پیدائش کے بعد عادی ہو گئی اب مکمل طور پر وہ ان کے رنگ میں رنگ گئی تھی۔

رات نریم پڑھنے بیٹھی تو اس کی فائل غائب تھی اسے یاد آیا کہ وہ تو شاید بس میں ہی رہ گئی ہے کافی دیر وہ پریشان ہوتی رہی کیونکہ فائل پر اس کا نام ایڈریس فون نمبر کالج رول نمبر سب کچھ درج تھا بڑے نمایاں حروف اور خوب صورت لکھائی میں۔

"کچھ نہیں ہو گا۔" سر جھٹک کر اس نے کتاب کھول لی۔

بھابھی کے ذریعے اسے خبر ملی کی چھوٹی پھوپھو جلد از جلد شادی کرنا چاہتی ہیں اس کے ہاؤس جاب سے بھی پہلے کیونکہ وہ پھوپھو کے بیٹے عدیم سے منسوب

تھی جو ہونہار انجینیئر تھا۔ دوسرے روز پھوپھو خود چلی آئیں نریم کو غصہ آگیا اسے اپنی تعلیم اور مقصد سے ازحد لگاؤ تھا اس کا ارادہ تھا کہ اگر پھوپھو نے زیادہ زور دیا تو وہ بھابھی کے ذریعے ڈیڈی تک اپنی بات پہنچائے گی۔

گرم گرم پر حرارت کمرے میں وہ سب ٹی وی ڈرامے سے لطف اندوز ہو رہے تھے نریم کی گود میں ڈرائی فروٹس کی پلیٹ تھی نوی سنی دونوں اس کے دائیں بائیں جمع تھے چلغوزے کھانے میں وہ بہت مگن تھی اور قدرے آسودہ بھی کہ میڈیکل کے فائنل ایگزامز سے فراغت نصیب ہو چکی تھی اب اسے رزلٹ کے بعد ہاؤس جاب کے لیے گھر والوں کو منانا تھا مگر بھائی اسے جلد از جلد رخصت کرنے کی فکر میں تھے۔

"سنی ہاتھ روک کر" اس نے چھلکوں سمیت چلغوزے کھاتے سنی کو روکا عین اسی لمحے چار نقاب پوش دندناتے اندر گھس آئے ان کے ہاتھوں میں تھامے پسٹل دیکھ کر سب گنگ تھے۔

"کون ہو بھئی تم اور یوں گھر میں آنے کا مقصد" شارق سے زیادہ صبر نہ ہو سکا۔

"مقصد بھی پتہ چل جائے گا۔ بھولے تم سارے گھر کی تلاشی لو اگر کوئی اور بندہ ہے تو اسے بھی ادھر لے آؤ۔" ان میں سے ایک بولا تو بھولا نامی شخص فوراً دوسرا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا اب تین رہ گئے تھے ایک نے شرجیل اور شارق کو کور کیا ہوا تھا دوسرا بچوں بھابھی اور نریم کے سر پر کھڑا تھا تیسرا احمد ابرار اور بیگم احمد ابرار کے سامنے پستول اٹھائے ہوئے تھا سنی نوی مارے خوف کے دبک گئے تھے نریم خود علیزا میں گھسی جا رہی تھی چوتھا شخص بھی آگیا ایک پستول بردار تینوں عورتوں کو غور سے دیکھ رہا تھا بالآخر اس کی نظر نریم پر ٹک گئی نقاب کے پیچھے سے اس کی جھانکتی پرغضب آنکھیں دیکھ کر وہ دہل سی گئی۔

"یہی ہے وہ۔" وہ مڑ کر باقی تینوں سے مخاطب ہوا اس سے پہلے کہ وہ کوئی کارروائی کرتا شرجیل بول پڑا "خبردار جو اسے ہاتھ لگایا۔"

"تو اسے سمجھاتے ناں یہ ہاتھ لگانے والے کام ہی نہ کرتی۔" وہ طنزیہ سفاکانہ انداز میں ہنسا۔ اس نے جانے باقیوں کو کیا اشارہ کیا کہ انہوں نے سیکنڈوں میں کلوروفام میں بھیگے رومال نکالے پہلے مردوں کو قابو کیا گیا پھر امی اور بھابھی کی باری آئی سنی نوی مارے دہشت کے پہلے ہی بے ہوش ہو چکے تھے ہاں ایک نریم ہی تھی جس کے اعصاب شاید کافی مضبوط تھے۔

"اس کے لیے کیا حکم ہے۔" وہ تینوں فارغ ہو کر بولے اور اس کی طرف اشارہ کیا۔

"اسے بے ہوش مت کرنا۔" ساتھ ہی آگے بڑھ کر چوتھے نے اس کا منہ دبا لیا اور اسے کندھے پر ڈال لیا "چھوڑو مجھے... چھوڑو مجھے" گاڑی تک پہنچتے پہنچتے اس نے آزادی کی بہت کوششیں کیں جوں ہی اسے گاڑی میں ڈالا گیا نریم نے ناخنوں کا استعمال کرتے ہوئے پکڑنے والے کو نوچ ڈالا ایک زوردار تھپڑ پڑتے ہی اس کی ساری بہادری رفوچکر ہو گئی۔

"مجھے زیادتی پر مجبور مت کرو۔" اس کے دونوں ہاتھوں کو سختی سے جکڑتے ہوئے وہ شقی القلب آدمی بولا تو اس کی جاں خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپ کانپ گئی۔

یہ سفر ایک خوب صورت سے بنگلے کے سامنے تمام ہوا مگر نریم کو ہوش کہاں تھا جو وہ جائزہ لیتی اسے بے رحمی سے نیچے اتارا گیا باقی تینوں جانے کہاں غائب ہو گئے تھے چوتھا نقاب پوش اسے کمرے میں لے آیا اور نقاب اتار دیا نریم کو یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس آدمی کی اس سے کیا دشمنی ہے اس نے تو اسے دیکھا ہی پہلی بار تھا شکل و صورت اور لباس سے تو وہ کسی اعلیٰ گھرانے کا مالک لگ رہا تھا۔

"دیکھیں پلیز مجھے چھوڑ دیں۔" وہ رو پڑی۔

"چھوڑ دیں گے اتنی جلدی کیا ہے صرف ایک رات کی بات ہے صرف ایک رات کی میں بھی ایک رات جیل میں رہا تھا آپ کو بھی ایک رات ادھر رکھوں گا۔

کچھ نہ گنواتے ہوئے بھی لگے گا کہ جیسے سب کچھ

گنوا بیٹھی ہیں میں بڑا انصاف پسند ہوں اب مجھے روکنے کی میری راہ میں آنے کی کوشش مت کیجئے گا کیونکہ میں عام سا مرد نہیں بننا چاہتا" اس کے لہجے میں جانے کیسی خوفناک حقیقت پوشیدہ تھی کہ وہ تن بدن میں چیونٹیاں سی رینگتی محسوس کرنے لگی۔

"صبح تک آرام کریں بائے بائے" وہ باہر سے دروازہ لاک کر گیا تو نریم دروازہ پیٹتی ہی رہ گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

ہاکر احمد ابرار کے گیٹ کے سامنے گٹھڑی سی پڑی دیکھ کر چونک گیا غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ تو نازک سی لڑکی تھی جو بے ہوش معلوم ہو رہی تھی اس کے بدحواسی سے شور مچانے پر تمام کالونی اکٹھی ہو گئی جس کو نہیں معلوم تھا اسے بھی خبر ہو گئی تھی عورتیں مرد آنکھوں میں ایک دوسرے سے سوال کر رہے تھے کہ یہ کب ہوا؟

اندر اس کے گھر میں موت کا سا سناٹا طاری تھا طوفان ابھی گزرا نہیں تھا "بتاؤ تم نے کیا کیا تھا جو وہ تمہیں یوں لے گئے یقیناً" وہ اچھے آدمی نہیں ہوں گے بتاؤ کیوں ہماری عزت نیلام کی۔" شارق اور شرجیل نے اسے جھنجھوڑ ڈالا ڈیڈی اسے ٹکر ٹکر دیکھتے رہے امی اور بھابھی کی نظروں میں کتنی بے یقینی تھی جیسے وہ مجرم ہے۔

نریم احمد کا سارا حوصلہ جواب دے گیا وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی "میں بے گناہ ہوں میں نے کچھ نہیں کیا میں تو ان کمینوں کو جانتی تک نہیں۔" وہ واقعی اپنی دانست میں ٹھیک کہہ رہی تھی مگر کس کس کو باور کراتی یہی تو مشکل تھی اسے نہیں معلوم کتنے سورج نکلے اور غروب ہوئے کالونی سمیت تمام خاندان میں اس کے بارے میں خبریں گردش کر رہی تھیں بالآخر چھوٹی پھوپھو نے رشتہ توڑ دیا اسے کوئی شاک نہیں لگا ان حالات میں یہی ہونا تھا وہ کیسے آنکھوں دیکھی مکھی نگل لیتیں ایک لڑکی جو رات بھر جرائم پیشہ لوگوں کے قبضے میں رہی ہو اسے کون بہو بناتا اسی دوران اس کا رزلٹ آؤٹ ہوا۔ تو ڈیڈی نے اسے بلایا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم ہاؤس جاب مکمل کر کے اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاؤ کیونکہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو چکا ہے اس کے بعد یہ توقع رکھنا کہ بھائی تمہیں بٹھا کر کھلائیں گے فضول ہے۔" وہ جو یہ سمجھ رہی تھی کہ ڈیڈی اس کی محبت میں ایسا کر رہے ہیں ان کے الفاظ سن کر بجھ سی گئی وہ تو ایسا اس لیے چاہ رہے تھے کہ وہ ان پہ بوجھ نہ بنی رہے اپنا کمائے نریم نے بہت کوشش کی ساعتوں کو پتھر کرنے کی مگر ایسا نہ ہو سکا اس کی شہرت ہر جگہ پہنچی ہوئی تھی ساتھی ڈاکٹرز نے مفت کا مال سمجھ کر اسے ہتھیانے کی کوشش کی مگر نریم نے کسی کو منہ نہ لگایا اس لیے ڈاکٹر زیدی نے ہاؤس جاب مکمل ہوتے ہی اس کی ڈیوٹی ایک دور دراز کے گاؤں میں لگا دی جہاں کوئی عقلمند ڈاکٹر جھانکنا بھی پسند نہیں کرتا تھا نریم نے سکھ کا سانس لیا اس طرح کم از کم وہ گھر والوں کی طنزیہ نگاہوں سے بچی رہتی اس کی کولیگز وہیں شہروں میں اچھے اچھے ہاسپٹلز میں تھیں ایک اسے ہی سزا دی گئی تھی کیونکہ وہ ڈاکٹر زیدی کی لچھے دار باتوں میں جو نہیں آئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

ہاسپٹل تو ٹھیک ٹھاک تھا مگر عدم توجہ اور گندگی کے باعث کھنڈر لگتا تھا اس کی مدد کے لیے ایک عدد کمپوڈر اور تین عدد نرسیں پہلے سے موجود تھیں جن کا تعلق اسی علاقے سے تھا نریم نے پہلے روز گھوم پھر کر سارے ہاسپٹل کا جائزہ لیا جو گرد جالوں اور کوڑے کرکٹ سے اٹا ہوا تھا سارا عملہ گھر بیٹھ کر تنخواہ کھا رہا تھا ڈاکٹر کی آمد کا سنتے ہی کمپاوڈر اقبال ثمرین صوفیہ اور ساجدہ بھاگی بھاگی آئیں ان کا خیال تھا کہ یہ ڈاکٹر بھی پہلی کی طرح ہو گی چند روز میں بھاگنے والی اس لیے سب مطمئن تھے۔

دوسرے روز ہی نریم نے جمعدارنی کو صفائی پر لگایا بلکہ اپنی جیب سے پیسے دے کر دو اضافی صفائی کرنے والے بلائے اس کی درخواست پر ڈاکٹر زیدی نے مہربانی کرتے ہوئے رنگ و روغن کا کام بھی کروا دیا ہفتہ

پندرہ روز میں ہاسپٹل واقعی ہاسپٹل لگنے لگا گاؤں کے باسی حیران تھے کہ ایسا کون سا دبنگ ڈاکٹر آیا ہے جس نے آتے ہی برسوں پرانا ماحول یکسر ختم کر دیا ڈاکٹر کی جگہ ایک نازک کامنی گندمی رنگت والی لڑکی کو دیکھ کر ان کی حیرانگی بجا تھی کہاں ڈاکٹر نمرا جس کے چہرے پہ بیزاری چھائی رہتی تین دن اس نے مارے باندھے یہاں گزارے تھے پھر ڈاکٹر صائمہ آئی اس نے چھ ماہ گزارے اور اب یہ نئی ڈاکٹر آئی تھی جو دیکھنے میں کسی طرح بھی ڈاکٹر معلوم نہیں ہوتی تھی چہرے پہ پھیلی نرم مسکراہٹ اور سبک نقوش نے گاؤں کے باسیوں کا حوصلہ بڑھا دیا۔

چھٹے روز مریضوں کی آمدورفت شروع ہو گئی وہ اس کے اخلاق اور نرم دلی سے از حد متاثر ہوئے دو تین ہفتے گاؤں کی طرف سے ہی اس کا کھانا آتا رہا چند روز نریم چپ رہی پھر ایک روز بڑی سہولت سے روک دیا یہ غریب لوگ خود اپنا پیٹ کاٹ کر اس کے لیے مرغن کھانوں کا انتظام کرتے اسے گوارا نہیں تھا ہاسپٹل میں جہاں اس کی رہائش تھی وہاں کچن اور پکانے والی کی سہولت موجود تھی زرینہ اسی گاؤں کی رہنے والی تھی اب وہی اس کے لیے کھانا بناتی صبح کا ناشتا البتہ وہ خود تیار کرتی۔

اس دوران حویلی سے اسے دو تین بلاوے آچکے تھے جسے مصروفیت کے باعث وہ صرف نظر کر گئی تھی ثمرین، صوفیہ اور ساجدہ نے کہا بھی کہ یہ سب بکھیڑے بعد میں ہوتے رہیں گے پہلے حویلی چلیں ایسا نہ ہو کہ وہاں کے مکین ناراض ہو جائیں نریم نے انہیں کھری کھری سنائیں وہ چپ ہو گئیں مگر اندر ہی اندر یہ بات پھیل گئی کہ "نئی ڈاکٹر بڑی مغرور ہے حویلی والوں کو خاطر میں ہی نہیں لا رہی ہے۔ جس روز چوہدری طارق سے سامنا ہوا ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔" وہ خود تینوں حویلی جانے کے لیے بڑی بے قرار تھیں جہاں چوہدری طارق رہتا تھا کافی روز سے اس کا سامنا نہیں ہوا تھا اب حویلی سے دعوت کا بلاوا آیا تھا تو وہ کافی خوش ہوئیں مگر نریم نے ساری خوشیوں کو پانی کر دیا کسی طرح جا کے ہی نہیں دے رہی تھی وہ لوگ اندر سے خوف زدہ بھی تھیں کہ یہ بات چوہدری طارق کو ضرور بری لگے گی اور ہو سکتا ہے کہ وہ ہاسپٹل ہی آجائے اس سے پہلے ہاسپٹل میں آنے والے ہر نئے ڈاکٹر کی حویلی میں دعوت کی جاتی تھی اور وہ اسے اپنی خوش قسمتی تصور کرتا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"بڑی اماں یہ نئی ڈاکٹر اتنی اوکھی اور بھاری کیوں پڑ رہی ہے آج چوتھی بار وسایا گیا ہے اگر آج بھی نہ آئی تو بہت برا ہو گا۔" طارق شارٹ گن صاف کرتے ہوئے بڑبڑایا تو نسرین بیگم نے اسے ناراض نگاہوں سے گھورا۔

"میرے سب ملنے جلنے والے کہہ رہے ہیں کہ وہ تو بڑی کمال چیز ہے آتے ہی ہسپتال کو بدل دیا بہت سارے مریض اس کے پاس جانے لگے ہیں بڑی مصروف لگتی ہے اس لیے نہیں آرہی ہے مگر آج ضرور آئے گی وسایا گاڑی لے کر گیا ہے میں نے اسے کہا کہ اگر تین گھنٹے بھی انتظار کرنا پڑے تو کرنا مگر اسے لے کر آنا تم جی براamت کرو۔" انہوں نے رسان سے پوتے کو سمجھایا جو بڑا اکھڑ اور خود سر سا تھا۔

"چلو دیکھ لیتے ہیں آپ کی ڈاکٹر کو بھی" وہ طنزیہ بولا اور گن اٹھائے نکل گیا۔

ثمرین، صوفیہ اور ساجدہ تینوں اپنے اپنے گھروں سے تیار ہو کر آگئی تھیں اور ان کی تیاری دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی ریشمی تیز رنگ کے کپڑے گہرا میک اپ نئی ہوئی بھنویں چہرے پہ بلیچ کریم کے تازہ تازہ کوٹ اور بالوں کے عجیب سے اسٹائل ان کے برعکس نریم آسمانی رنگ کے سادہ سے کپڑوں میں ملبوس بغیر کسی میک اپ کے تھی اسے یوں دیکھ کر تینوں نے گویا سر پیٹ لیا۔

"آپ یوں جائیں گی۔" ساجدہ حیران ہوئی۔

"ہاں کیوں میں یوں نہیں جا سکتی ویسے بھی یہ گاؤں کی ایک دعوت ہے شادی کی نہیں جو میں اس قدر تیار ہو کر جاؤں شادی کی بھی ہو تو میں زیادہ فکر مند نہیں ہوتی کیونکہ سادگی مجھے پسند ہے۔" وہ آسمانی رنگ کا دوپٹہ اوڑھتے ہوئے بولی۔

دل ہی دل میں ساجدہ بل کھا کر رہ گئی "ہونہہ ایسی بھی کیا سادگی کہ نہ منہ دھلا دھلایا ہو نہ کوئی لپ اسٹک نہ مسکارا نہ آئی شیڈ نہ بلش آن ہم تو باز آئے ایسی سادگی سے وہاں چوہدری طارق بھی تو ہو گا۔" اس کا تصور کرتے ہی ساجدہ کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ مچل مچل گئی۔

اس شاندار سی حویلی میں سب سے پہلے ایک معمر عورت نے اس کا استقبال کیا جو بڑی اماں کے نام سے پکاری جاتی تھی پھر ان کی تین بہوئیں آئیں جو کافی اخلاق سے ملیں حویلی کے مکینوں کے بارے میں جو روایتی سا تصور ان تینوں کی باتوں نے اس کے ذہن میں بٹھایا تھا وہ چوہدری اشفاق، رزاق اور نواز سے ملتے ہی مٹ گیا وہ کہیں سے بھی ظالم جاگیردار نہیں لگ رہے تھے ان کی اولاد بھی سلجھی ہوئی تعلیم یافتہ تھی۔

نریم سے مل کر وہ سب کافی خوش ہوئے کتنی مختلف اور باوقار سی لڑکی تھی ڈاکٹرز کے چہرے پہ جو ایک پکا پن ہوتا ہے وہ اس کے چہرے پہ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا تھا ایک عجیب سی ملاحت و نرمی اور گداز نے انہیں متاثر کیا بزرگ تو بزرگ نوجوان نسل بھی اس کے خیالات جان کر کافی متاثر لگ رہی تھی ثمرین، صوفیہ اور ساجدہ کو کسی نے زیادہ لفٹ نہیں کرائی بلکہ یاور نے شرارت سے طارق کو پیغام بھیجا کہ "تمہارے خاص الخاص مہمان آئے ہیں۔"

"آگئی ہے وہ مغرور ڈاکٹر۔" وہ تیز تیز بولتا ادھر ہی آ رہا تھا پھر جہاں اسے نریم کو دیکھ کر جھٹکا لگا وہاں نریم کے سر پر گویا ہفت آسمان ٹوٹ پڑے اس چہرے کو تو وہ لاکھوں میں بھی شناخت کر سکتی تھی یہ وہی تو تھا جس نے کہا تھا کہ کچھ نہ گنواتے ہوئے بھی سب کچھ گنوا بیٹھو گی اور واقعی اس کا کہا سچ نکلا اس کی عزت، وقار، خودی، انا سب قصہ پارینہ بن چکے تھے گھر والوں کی نگاہ میں وہ گر چکی تھی اپنی نگاہوں میں وہ مجرم ٹھہری تھی اور وہ کتنے مزے سے دندناتا پھر رہا تھا پہلے سے بھی بڑھ کر نڈر اور دلیر اس سے بچ کر سکون کی پناہ میں وہ یہاں

ایک خبطی سی لڑکی کی کہانی

وہ خبطی سی دیوانی سی

آسیہ سلیم قریشی کا ایک ایسا ناول جو خواتین ڈائجسٹ میں قسط وار چھپا اور بے حد مقبول ہوا آج بھی ہر لڑکی، ہر خاتون یہ ناول پڑھنا چاہتی ہے

اب کتابی صورت میں چھپ گیا ہے

مجلد، خوبصورت سرورق، قیمت 300 روپے

خواتین ڈائجسٹ

اردو بازار کراچی

ملنے کا پتا

• مکتبہ عمران ڈائجسٹ اردو بازار کراچی

• لاہور اکیڈمی، 205 سرکلر روڈ بیرون اردو بازار، لاہور

آئی تھی ہاسپٹل میں جان ماری کی تھی اور وہ یہاں بھی پہنچ گیا اب کیا ہو گا کیا یہ شخص پھر سے تو وہ سلسلہ شروع نہیں کرے گا؟ وہ بے جان سی ہو گئی چہرا ایک دم زرد پڑ گیا۔

"پلیز مجھے واپس بھجوا دیں میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔" اس کی گردن کندھوں پر ڈھلک گئی۔

"اماں جی جو طارق کو اس کے نامناسب لہجے پر ڈانٹنے کا پروگرام بنا رہی تھیں نریم کی حالت دیکھ کر بھول بھال گئیں ساجدہ نے اس کے ہاتھ سہلانے شروع کر دیئے ثمرین اسے گلوکوز پلانے لگی طارق لحظہ بہ لحظہ اس کی بگڑتی حالت کا جائزہ لے رہا تھا وہ تو اپنے تئیں اسے بھول بھال چکا تھا ہاں کبھی کبھی حوالات میں گزاری رات یاد آتی تو وہ بھی ذہن کی اسکرین پہ چلی آتی۔

زیادہ پرانی بات نہیں تھی صرف ساڑھے تین سال پہلے ایک معمولی سی بات پہ اس کا جھگڑا اپنے باپ چودھری نواز سے ہوا تھا انہوں نے کہا تھا کہ ایک دن اپنا کما کر کھانا پھر مجھے آنکھیں دکھانا غصے اور جوانی کے جوش میں وہ گھر ہی چھوڑ آیا شہر آکر باپ کی باتیں ذہن میں گونجتیں تو اس کا چہرہ لہو رنگ ہو جاتا اپنی ڈگریاں لے کر وہ دفاتر میں دربدر پھرا مگر کہیں بھی نوکری نہ ملی تنگ آکر اس نے بس ڈرائیور بننا ہی قبول کر لیا آج بس چلاتے اسے تیسرا روز تھا اسٹیئرنگ پہ بازو رکھے وہ کسی اور جہان میں پہنچا ہوا تھا چودھریوں کا خون یوں بے مول ہو رہا تھا اس احساس نے اس کے اندر آگ سی بھر دی پیچھے کھڑی لڑکی کا فقرہ اسے تپا گیا۔

"یہ بس ڈرائیور ہوتے ہی گھٹیا ہیں۔"

وہ کنڈیکٹر سے بس میں چلنے والے میوزک پہ جھگڑ رہی تھی وہ خاموش تماشائی بنا ہوا تھا یہ کیسٹ بس میں چلنے والا میوزک خالصتاً "کنڈیکٹر کی پسند تھا اس میں اس کا کوئی حصہ نہیں تھا اس کا دھیان اس طرف تھا ہی نہیں جو وہ توجہ دیتا لڑکی اتر گئی ٹریفک پولیس کا سپاہی اندر آیا پلک جھپکتے میں اسے اور کنڈیکٹر کو پکڑ لیا گیا انچارج صاحب کہیں گئے ہوئے تھے دونوں کو حوالات میں پہنچا دیا گیا بس بھی تھانے کے احاطے میں تھی رات بھر طارق بھوکے شیر کی طرح بند لاک اپ میں ٹہلتا رہا چودھری نواز کا بیٹا جس کے سامنے لوگ ہاتھ باندھے حکم کے منتظر رہتے وہ یوں بے یارومددگار ایک عام آدمی کی طرح یہاں تھا صبح انچارج آیا اتفاق سے وہ چوہدریوں کا جاننے والا نکلا اس نے معذرتیں کیں اور اسے چھوڑ دیا بس کی چابی اور دیگر کاغذات بھی اس کے حوالے کیے گئے۔

طارق کا کچھ سامان بس میں تھا وہ نکالتے نکالتے اس کی نگاہ ایک کالی فائل پہ پڑی "نریم احمد" اس نے زیرلب پڑھا اس کے سوا یہ کسی کی نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ اس کی سیٹ کے پیچھے وہی کھڑی تھی پھر ہاتھ میں تھاما سفید اوورآل اس کے خدشے سچ ثابت کرنے کے لیے کافی تھا کیونکہ یہ فائل بتا رہی تھی کہ وہ لڑکی میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہے پھر وہ سوار بھی میڈیکل کالج کے سامنے والی سڑک سے ہوئی تھی طارق نے اس کی ہلکی سی جھلک دیکھی تھی بس وہی کافی تھا سب سے پہلے وہ گاؤں پہنچا باپ سے معافی مانگی کیونکہ ان کے مشاہدات غلط نہیں تھے پھر اس نے نریم احمد کو سبق سکھانے کے لیے گھر سے اٹھوا لیا اور اسے اپنے بنگلے پہ لے گیا وہ اپنی توہین کا بدلہ اس سے لینا چاہتا تھا یہ احساس اس قدر حاوی تھا کہ نریم کا حسن بھی اسے متوجہ نہ کر سکا ورنہ وہ یقیناً" کچھ اور بھی کر گزرتا یا پھر قدرت ہی ایسا نہیں چاہتی تھی وہ اس کا دروازہ لاک کر کے باہر آگیا۔

صبح ہوتے ہی اس کے کارندے اسے ایڈووکیٹ احمد ابرار کے گیٹ پر پھینک آئے اس کا انتقام پورا ہو چکا تھا وہ شانت ہو گیا ایک معمولی سی لڑکی نے جو جرأت دکھائی اس کا پھل بھی پا لیا اب وہ مطمئن تھا ہاں کبھی کبھی ایک روتی ہاتھ جوڑتی لڑکی تصور میں آتی تو وہ جھٹک دیتا آج اسے یہاں دیکھ کر وہ بھی ڈاکٹر کے روپ میں وہ کافی حیران ہوا جو کچھ طارق نے اس کے ساتھ کیا تھا اس کے بعد اس کا ڈاکٹر بننا حیرت انگیز امر ہی تھا کافی باہمت لڑکی تھی اس کرائسس سے نکل جو آئی تھی۔

"پلیز مجھے گھر بھجوا دیں۔" اس کی طبیعت سنبھل

چکی تھی سامنے بیٹھے طارق سے اس نے نگاہ نہیں ملائی۔

"بیٹا ابھی کیسے جا سکتی ہو کھانے کے بعد اجازت ملے گی۔" نسرین بیگم محبت سے بولیں تو باقیوں نے بھی تائید کی ساجدہ صوفیہ اور ثمرین تینوں طارق سے باتیں کر رہی تھیں کھانے سے بھی انہوں نے انصاف کیا اس نے تو بس رسم ہی پوری کی اور جانے کی اجازت طلب کی نسرین نے طارق کی شخصیت کا پہلا تاثر مٹانے کے لیے یہ کیا کہ اسے کہا کہ ان چاروں کو چھوڑ آئے جہاں وہ تینوں خوش ہوئیں۔ نریم بدک گئی۔

"نہیں نہیں میں خود چلی جاؤں گی۔" مگر اس کے انکار کو اہمیت نہیں دی گی طارق گاڑی نکالنے لگا تھا وہ سب انہیں بڑے گیٹ تک چھوڑنے آئے نہ جانے نریم میں کیسی کشش تھی جس نے سب کو اسیر کر لیا تھا ڈرتے ڈرتے وہ بیٹھ ہی گئی ساجدہ اگلی سیٹ پہ طارق کے ساتھ بیٹھی تھی ثمرین اور صوفیہ کا غصے میں آنا لازمی تھا وہ دونوں سرگوشیوں میں دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھیں نریم اندر ہی اندر ڈر رہی تھی اس نے پہلے صوفیہ اور ساجدہ کو اتارا آخر میں نریم کا نمبر تھا۔

"پلیز مجھے پہلے اتاریئے گا۔" اس نے گاڑی موڑتے طارق سے سرد سے لہجے میں کہا اندھیرے میں اس کے تاثرات دیکھنے کی اس نے ناکام کوشش کی۔ پھر اس نے پہلے نریم کو ہی اتارا جب وہ اتری تو طارق ثمرین کو بیٹھنے کی ہدایت کر کے اس کے پیچھے آیا۔

"پلیز جو ہوا اسے بھول جایئے گا۔" طارق اور یہ لہجہ۔۔۔ وہ خود کافی حیران ہوا نریم تالا کھول کر اس کی بات پہ چنداں دھیان دیئے بغیر اندر غائب ہو گئی اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ جملہ طارق کی زبان سے نکلا ہے اسی سخت القلب سفاک آدمی کی زبان سے جو اسے بدنامیوں کے اندھے غار میں پھینک کر مطمئن تھا۔

"ٹھیک ہوا جو بھی ہوا مگر اب تمہیں نریم احمد اپنے ساتھ وہ سلوک ہرگز نہیں کرنے دے گی۔" وہ اب اس وقتی کیفیت سے نکل آئی تھی جو طارق کے اچانک سامنے آنے کے باعث پیدا ہوئی تھی ڈاکٹر زیدی کے رویے کے بعد اس نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ اسے اب ڈر ڈر کے نہیں جینا ہے اگر ایسا کرے گی تو سب اسے حقیر کیڑے مکوڑے کی طرح کچلتے گزر جائیں گے "جو ہوا دیکھا جائے گا خدا میرے ساتھ ہے۔" اوپر والے کے سپرد سارا معاملہ چھوڑ کر وہ مطمئن سی ہو کر سو گئی۔

ہاسپٹل کے برآمدے میں شور سا ہو رہا تھا نریم معاملہ جاننے کو باہر نکلی طارق کو یاور اور خاور اس کے چچازاد دائیں بائیں سے تھامتے ہوئے اندر لا رہے تھے اس کے چہرے پہ جھنجلاہٹ سی تھی جیسے اسے یہ سب پسند نہیں آرہا ہو اس کے بازو پہ کپڑا بھی بندھا ہوا تھا۔ "ڈاکٹر نریم طارق اسپورٹس بائیک سے گر کر بازو کی ہڈی زخمی کر بیٹھا ہے گوشت کو بھی نقصان پہنچا ہے۔" یاور نے جلدی جلدی بتایا طارق کے تاثرات سے ہرگز نہیں لگ رہا تھا کہ وہ تکلیف میں ہے۔

نریم نے جلدی جلدی پٹی نما کپڑا اتار کے بازو کا جائزہ لیا یہ کیس اس کے بس سے باہر کا تھا کیونکہ یہاں اتنی سہولیات ہی نہیں تھیں اس نے کہا۔

"نہیں آپ شہر لے جائیں تاخیر مت کریں ان کی حالت بگڑ سکتی ہے۔" اس نے اپنی سی کوشش کر کے اس کی تکلیف کم کرنی چاہی تھی جب ہی تو شہر پہنچنے تک وہ آرام سے رہا۔

صوفیہ اور ساجدہ طارق کے بارے میں ہی گفتگو کر رہی تھیں "بڑا جی دار ہے چھوٹا چودھری‘ تکلیف کا ذرا بھی اظہار نہیں کیا‘ یاد ہے جب انہیں پنڈلی میں گولی لگی تھی اور انہوں نے ڈاکٹرز سے کہا تھا کہ مجھے بے ہوش کیے بغیر آپریشن کریں۔"

"ہاں یاد ہے بالکل مرد ہو تو چھوٹے چودھری جیسا۔" صوفیہ بولی نریم پاس ہی تھی اب وہ چاروں فارغ تھیں کسی مریض کے بھی آنے کا امکان نہیں تھا اس لیے گپیں ہانکی جا رہی تھیں وہ نہ چاہتے ہوئے بھی دلچسپی لینے پہ مجبور تھی تاکہ طارق کی شخصیت کے بارے میں جان سکے اور اپنے آپ کو بچا سکے آج جب اس کے کزن اسے لائے تھے تو اس کا جی چاہا تھا کہ اس ہاسپٹل کے سارے دروازے اس پہ بند کر دے مگر اس کی مسیحا صفت طبیعت جیت گئی تھی دشمنوں کے ساتھ بھی ایسا کرنے کی اجازت نہیں تھی پھر وہ تو ڈاکٹر تھی

انسانیت کی خیر خواہ' اس نے تمام خیالات کو جھٹک کر طارق کو دیکھا واقعی اس کی ہڈی کو کافی نقصان پہنچا تھا ذرا سی بھی بے احتیاطی اس کے بازو کو ناکارہ کر سکتی تھی تبھی اس نے انھیں طارق کو شہر لے جانے کے لیے کہا تھا اس کا ضمیر مطمئن تھا کہ اس نے اپنے پیشے سے غداری نہیں کی فرض جیت گیا تھا جذبات ہار گئے تھے۔

اس نے ان تینوں نرسوں کی بات سے اندازہ لگایا تھا کہ چھوٹا چوہدری کردار کا عیاش اور دل پھینک شخص تھا اس نے مختلف اوقات میں ان تینوں کی زبان سے یہی سنا تھا کہ چھوٹا چوہدری اسے چاہتا ہے تینوں خوش فہمی کا شکار تھیں کافی دیر سے طارق کی مدح سرائی سن سن کر وہ بور ہو رہی تھی اٹھ کر کمرے میں چلی آئی۔

"یہ تو بڑی سڑی ہوئی ہے پہلے والی ڈاکٹر تو بڑی اچھی تھیں صرف چوہدری کی وجہ سے تپی ہوئی تھیں تپتی بھی کیوں ناں ایسا رعب داب یہ شان خوبرو مردانگی انھوں نے شہر میں کہاں دیکھی ہوگی ایسے ہی تو سارے پنڈ کی لڑکیاں چوہدری پر نہیں مرتی ہیں شنو تو صاف کہتی ہے کہ اگر میرا بیاہ طارق سے نہ ہوا تو خودکشی کر لوں گی پاگل ہے بالکل بھلا اس کی شادی طارق سے کیسے ہو سکتی ہے میں کس لیے ہوں مجھے یقین ہے میرے علاوہ وہ کسی سے شادی نہیں کریں گے۔" صوفیہ ناز سے بولی تو ساجدہ کو جلال آگیا۔

"اے اس گمان میں نہ رہنا چوہدری کا دل کہیں اور ہے۔" اتنے میں ثمرین بھی آگئی اور بیچ بچاؤ کرایا وہ خود خوش فہمی کا شکار تھی۔

پھر طارق ڈسچارج ہو کر گھر آگیا ہاسپٹل کا تمام عملہ اسے حویلی دیکھنے گیا سوائے نریم کے دس پندرہ روز گزرے بڑی چوہدرائن نے بلاوا بھیجا اسے جانا ہی پڑا وہ بندھی بندھی سی بیٹھی ہوئی تھی آگے کھانے کے ڈھیروں اشیاء پڑی ہوئی تھیں اس نے چکھا تک نہیں۔

بڑی اماں نے طارق کو آواز دی۔

"ڈاکٹر گھر آئی بیٹھی ہے بازو کا چیک اپ ہی کروالو۔" انہوں نے باقاعدہ مردان خانے سے اس کو بلایا جہاں اس کے شہری دوست اس کی مزاج پرسی کرنے آئے ہوئے تھے۔

"بڑی اماں کیا بات ہے آپ مجھے چین سے کیوں نہیں رہنے دیتیں۔" وہ کافی غصے میں تھا نریم کو بھی دیکھ چکا تھا۔

"بیٹا تم ڈاکٹر کے پاس جانے کا نام نہیں لیتے اس نے ہر ہفتے آنے کا کہا خود تین بار گھر آیا مگر تم ارنے بھینسے بنے رہے اب میری مانو تو نریم دھی کو بازو دکھاؤ ڈاکٹر ہے تاکہ پتہ تو چلے کچھ بہتری ہوئی کہ نہیں۔" وہ لجاجت سے بولیں۔

"بڑی اماں پلیز آپ مجھے یوں ہر کسی کے سامنے بیمار شو مت کریں میں ٹھیک ہوں اگر اتنی ہی فکر ہے تو پلاسٹر ان سے کھلواؤں گا آپ خوش۔" وہ چپاک سے دروازہ کھول کر اندر غائب ہو گیا نریم کو کافی غصہ آیا اپنی توہین سی محسوس ہوئی مگر اس کی نظر اندازی اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ اپنی بے عزتی بھول چکا ہے۔

♥ ♡ ♡ ♥

"ڈاکٹر نریم چوہدری طارق آئے ہیں۔" ثمرین بھاگتی ہوئی آئی تھی جس کے باعث اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔

"کسی صوبے کے گورنر یا وزیر اعظم صاحب تو نہیں آئے ہیں جو تم یوں بدحواس ہو رہی ہو۔" نریم نے اسے ٹھیک ٹھاک ڈانٹا اندر آتا طارق اس کا جملہ سن چکا تھا ثمرین کا چہرہ خفت سے لال ہو گیا طارق نے بے نیازی کا اشتہار بنی نریم کو دیکھا اور کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"میں پلاسٹر کھلوانے آیا ہوں کیا اس کی سہولت آپ کے ہاسپٹل میں ہے یا نہیں۔" وہ طنزیہ بولا تاک کر وار ہوا تھا مگر وہ جھیل گئی۔

"جی ہاں بالکل۔" وہ پیشہ وارانہ انداز میں بولی اور اٹھ کھڑی ہوئی "ادھر بیٹھیے" وہ دوسری طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی تو بادل نخواستہ اس کی ہدایت پر عمل کرنا ہی پڑا اس کے نازک ہاتھ طارق کے بازو پہ مصروف عمل ہو چکے تھے۔

"اب آپ نے چند روز تک اس ہاتھ سے کام نہیں کرنا ہے نہ کوئی وزن اٹھانا ہے ابھی ہڈی ٹھیک طرح سے بیٹھی نہیں ہے آپ ہی کو نقصان ہوگا۔" وہ فارغ ہو کر سامان جگہ پر رکھتے ہوئے اسے ہدایات دے رہی تھی۔

وہ رات کا کھانا کھا کر فارغ ہونے کے بعد ابھی ابھی بستر میں گھسی تھی جب زرینہ نے بتایا کہ باہر چوہدری صاحب وسایا کے ساتھ آئے ہیں اس کا دل ہرگز بستر سے نکلنے کو نہیں چاہ رہا تھا چونکہ یہ پتہ نہیں تھا کہ کون سے چوہدری آئے ہیں اس لیے وہ شال لیتی نکل آئی نہ جانے کیا ہو گیا تھا جو رات کو آفت آ پڑی تھی اسے سخت نیند آ رہی تھی اس لیے کوفت ہو رہی تھی طارق کو دیکھ کر جھنجلاہٹ میں اور بھی اضافہ ہوا مگر اس کے چہرے پہ شدید تکلیف کے آثار تھے اس کا بایاں بازو دیکھتے ہی وہ جان گئی کہ موصوف نے ضرور اس ہاتھ سے کچھ وزن اٹھایا ہے۔

"بتائیے کیا ہوا ہے۔" اب کوشش کے باوجود اس کا لہجہ رتی سا بھی نرم نہیں تھا۔

"اصل میں میں نے دن کو کچھ ایکسرسائز کی تو اس ہاتھ سے ویٹ بھی اٹھایا تب سے تکلیف بڑھتی جا رہی ہے۔" طارق نے اس کا لہجہ نظر انداز کر دیا نہ جانے کیوں؟

"تکلیف آپ کو دن سے ہو رہی ہے اور تشریف آپ رات کو لائے ہیں کیا ضرورت تھی آنے کی۔" وہ اسے ڈانٹنے لگی وہ دانتوں پہ دانت جمائے خاموش رہا ورنہ دل چاہ رہا تھا کہ اس نازک مگر سخت سی لڑکی کو تھپڑ مار کر خاموش کرا دے جو مسلسل اس کی شخصیت کے پرخچے اڑا رہی تھی۔ نریم نے دراز میں سے ٹیوب نکالی اور پہلے ہیٹر آن کیا سردی کافی زیادہ تھی گیس کچھ ماہ پہلے ہی چوہدریوں کی مہربانی سے اس گاؤں کے باسیوں کو میسر آئی تھی۔ وہ کرسی گھسیٹ کر کھڑی ہو گئی۔

"بازو سامنے لائیے۔" وہ بے تاثر لہجے میں بولی پھر اس نے بڑی نرمی سے اس درد کش مرہم سے طارق کے بازو کی مالش شروع کی اسے آرام آنے لگا۔ طارق نے بڑی بے خوفی سے پل بھر میں اس کا جائزہ لے ڈالا لیمن کی رنگت بلیک وائیٹ شرٹ اور کالی شلوار میں ملبوس ڈھیلی ڈھالی چوٹی میں شانوں پہ گرم شال ڈالے ماتھے پہ جھولتی براؤن لٹ سمیت وہ اپنے حسن سے "تقریباً" بے نیاز تھی سر جھکائے جھکائے اسے طارق کی گرم نگاہوں کی تپش کا بخوبی احساس ہو رہا تھا تبھی تو اس کے ہاتھ بار بار کانپ رہے تھے اس نے بے شمار مرد مریضوں کو اٹینڈ کیا تھا ایسی بے چارگی پہلے تو کبھی پیش نہیں آئی تھی شاید طارق کی شخصیت کا خوف اس کے ذہن میں ابھی تک موجود تھا۔ طارق کی بے چین نگاہیں اس کی گداز کلائیوں سے ہوتی اس کے مومی سفید ہاتھوں پہ ٹھہر گئیں جو اس کے مضبوط بازو پہ بہت کمزور لگ رہے تھے ان کا کانپنا' رکنا' ٹھہرنا اسے بڑا دلکش لگ رہا تھا وہ خوب صورت خیالوں کی رو میں بہنے لگا پھر کسی انجان خیال سے چونکا اور اچانک اپنا ہاتھ نریم کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"بس کریں آئی ایم آل رائیٹ۔" نریم کا ہاتھ ایک بار پھر اس کے ہاتھ کے نیچے کانپا اور اس کی رنگت میں زردی سی آگئی طارق نے فوراً اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔

"آپ کو پرسکون نیند سے اٹھائے جانے پر معذرت چاہتا ہوں۔" اس کی آنکھیں ابھی تک نیند کے خمار سے گلابی لگ رہی تھیں۔

"اب میں آپ کو آخری بار وارن کر رہی ہوں کہ اس ہاتھ سے ویٹ مت اٹھائیے گا نہ ایکسرسائز کیجیے گا ورنہ بازوؤں کے پٹھوں سمیت ہڈی پر زور پڑے گا۔" وہ طارق کو واپسی کے لیے پر تولتے دیکھ کر بولی تو اس نے اثبات میں سر ہلایا اور پلٹ کر بولا۔

"آئی ایم سوری نریم میں نے آپ کو کافی ہرٹ کیا آپ ہو سکے تو اس واقعے کو بھول جائیے گا۔" اس بار اس کے لہجے میں رسمی سی ندامت نہیں تھی بلکہ واقعی حقیقی معنوں میں وہ شرمندہ لگ رہا تھا وہ اعتبار کرنے پہ تیار نہیں تھی چوکیدار کو گیٹ بند کرنے کی ہدایت دے کر وہ دوبارہ کمرے میں آگئی۔

"چوہدری صاحب غالباً آپ کا یہ نیا ایکٹ ہے مگر میں داؤ میں آنے والی نہیں ہوں۔" وہ لحاف منہ پہ

ڈالتی سوچوں میں ڈوب ڈوب گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

طارق کے بازو کے ٹھیک ہونے کی خوشی میں تقریباً تمام خاندان والوں کو مدعو کیا گیا تھا اس موقعہ پر نسرین بیگم اور طارق کی والدہ رقیہ نریم کو بھی مدعو کرنا نہیں بھولی تھیں وہ جانا تو نہیں چاہ رہی تھی مگر بڑی چودھرائن جب خود آئیں تو اسے جانا ہی پڑا طارق کے تمام کزنز جمع تھے نریم اکثر کو پہلی بار دیکھ رہی تھی سب اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے کچھ کی شادیاں ہو چکی تھیں کچھ کنوارے تھے ان کی ہنسی، شرارتیں اور مسکراہٹیں بتا رہی تھیں کہ وہ سب آپس میں محبت کی ڈور سے منسلک ہیں نریم انگوری رنگ کے سوتی سوٹ میں ملبوس اپنے سادہ حلیے کے باوجود بڑی دلکش لگ رہی تھی۔

طارق اسی پہ نگاہ رکھے ہوئے تھا اپنے بدلتے خیالات کے ہاتھوں اس نے دل میں خود کو بڑا ذلیل کیا تھا مگر آج کوئی اس کے اندر سے بار بار کہہ رہا تھا کہ سب کچھ کہہ ڈالے کہ نریم احمد نے اس کا سکون لوٹ لیا ہے وہ اس کی نیندیں چرانے کی مجرم ہے اور یہ کہ وہ سب کچھ ہار چکا ہے یہ ہارنے کا احساس ہی بڑا دلکش تھا اس نے پاس کھڑی نریم کو بڑی چاہت سے دیکھا اور ادھر ادھر دیکھتا اس کے قریب ٹھہر گیا۔

"نریم مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے صرف چند منٹ لوں گا میرے ساتھ چلیں گی۔" اسے شاک سے لگا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ۔" اس کی خوفزدہ آواز حلق سے برآمد ہوئی۔

"یہی کہ میرے کمرے میں چلیں بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

"ہرگز نہیں میں آپ کے کمرے میں نہیں جاؤں گی۔" وہ پریشان نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

"نریم پلیز میرا یقین کریں کہ میں کوئی ایسی ویسی بات نہیں کروں گا میرا اعتبار کریں۔" وہ لجاجت سے بولا۔

"نہیں، نہیں۔" وہ تیزی سے چلتی ایک طرف نکل گئی تو وہ ہاتھ پہ مکا مار کر رہ گیا۔

وہ ہال میں آ گئی جہاں موسیقی کی محفل بجی ہوئی تھی وہ طارق کی پھوپھو زاد سارہ کے پاس بیٹھ گئی اسٹیج پہ نیا گلوکار پرانے نغمے گا رہا تھا۔

ذرا تم ہی سوچو
بچھڑ کے یہ ملنا محبت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
ملے ہو مگر اجنبی بن رہے ہو قیامت نہیں ہے تو
پھر اور کیا ہے
یہ کس جرم کی تم سزا دے رہے ہو
خدا کے لیے ہم کو اتنا بتا دو
عداوت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

طارق بھی آ گیا تھا اس کا چھپنا بے کار گیا تھا وہ سارہ اور اس کے سامنے بیٹھ گیا سب ہی انجوائے کر رہے تھے ایک وہی تھی جو خوفزدہ تھی۔

"نریم آپ کو میری بات سننی پڑے گی۔" وہ سارہ کے دوسری طرف متوجہ ہونے پہ بولا تو وہ پاس آتی بڑی چوہدرائن کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔

"پلیز مجھے گھر بھجوا دیں رات بہت ہو گئی ہے۔"

"دھی ایک بات تو بتاؤ تم مجھے بڑی چوہدرائن یا پھر نام لیے بغیر بلاتی ہو میرے دل کو اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے سب کی طرح مجھے بڑی اماں کہا کرو مجھے خوشی ہوگی اور تمھو میں وسایا سے کہتی ہوں تمہیں چھوڑ آئے۔"

"شکریہ بڑی اماں۔" وہ ان کے ہاتھ تھام کے متشکرانہ انداز میں بولی تو وہ نہال ہو گئیں پھر پانچ منٹ بعد سارہ آ کر بولی۔

"جائیں گاڑی تیار کھڑی ہے۔" اس نے ادھر ادھر دیکھا وہ کہیں نہیں تھا شکر کا سانس لیتی سب کو الوداعی سلام دے کر وہ نیم اندھیرے میں کھڑی گاڑی میں بیٹھ گئی "چلو وسایا جلدی کرو" وہ ایزی ہو کر بولی مگر چند منٹ بعد احساس ہوا کہ وسایا پرفیوم تو استعمال نہیں کرتا اتنی قیمتی خوشبو استعمال کرنے کا وہ متحمل بھی نہیں ہو سکتا تھا پھر یہ کون تھا طارق ہاں یقیناً" سو فیصد طارق ــــ وہی یہ پرفیوم استعمال کرتا ہے۔

"پلیز گاڑی روکیں۔"

"کیوں آپ نے آگے آنا ہے میرے ساتھ یقیناً" میری قسمت اتنی اچھی نہیں ہے ویسے آگے بیلے پہ میں گاڑی آپ کے نہ کہنے کے باوجود بھی روکتا گھر میں میں نے بڑی کوشش کی کہ آپ میری بات سن لیں مگر نہیں آپ تو پلو ہی نہیں پکڑوا رہی ہیں اس لیے یہ کرنا پڑا بیچے میری منزل آ گئی آگئی میں یہاں آپ سے بات کروں گا اس طرف رات کو انسان آتے ہوئے ڈرتے ہیں صرف جنگلی جانور ہوتے ہیں اس لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔" وہ یہ سب کچھ کیوں کہہ رہا تھا یقیناً" اس کے ارادے نیک نہیں تھے اس سنسان بیلے پہ رکنا کیا معنی رکھتا تھا۔

"اگر آپ نے مجھے ہاتھ لگایا تو اچھا نہیں ہوگا میں شور مچا کر سب کو اکٹھا کر لوں گی اور اس چہرے سے نقاب اتار پھینکوں گی۔" گاڑی رک چکی تھی نریم نے بجلی کی سی تیزی سے دروازہ کھول کر دوڑ لگائی اور اندھیرے میں گھرے درختوں سے ٹھوکر کھا کر گری مگر ہمت سنبھالتی دوبارا کھڑی ہو گئی مگر اب سامنے طارق کا چٹانی وجود ایستادہ تھا۔

"ٹھیک ہے نریم احمد میں ہمیشہ اس بے اعتباری کو یاد رکھوں گا اور یہ بتا دوں کہ میرے چہرے پہ نقاب نہیں ہے میں جو کچھ ہوں سب کے سامنے ہوں ہاں یہ سرکشی میری طبیعت کا خاصہ ہے۔"

"اور ہٹ دھرمی بھی۔" وہ مزید بولی اور ایک قدم پیچھے ہوئی۔

"آیئے بیٹھیں میں آپ کو چھوڑ آؤں اگر گاڑی میں نہیں جانا چاہتیں تو آپ کی مرضی۔" وہ بے تاثر لہجے میں بولا پھر وہ اسے اتارتے ہی گاڑی کو تیزی سے موڑتے ہوئے غائب ہو گیا۔

نریم کو شدید بخار نے آ لیا سارے گاؤں میں خبر پھیل گئی کہ ڈاکٹرنی بیمار ہو گئی ہے وہ تین روز سے لاچار بستر میں پڑی ہوئی تھی سارا ہاسپٹل نرسوں اور کمپوڈر کے بل بوتے پہ چل رہا تھا اس روز چوہدرائن طارق کے ساتھ نریم کو خود دیکھنے چلی آئیں وہ برآمدے میں کھڑی نرسوں کی کلاس لے رہی تھیں جنہوں نے نریم کی طبیعت کا بتایا تک نہیں طارق اندر چلا آیا جہاں وہ بستر پہ نڈھال سے انداز میں لیٹی ہوئی تھی اسے دیکھ کر اٹھنے کی ناکام سی کوشش کی طارق نے دونوں ہاتھوں سے دباؤ ڈالتے ہوئے اسے لٹا دیا۔

"دیکھا میری بات نہ سننے کا نتیجہ، بیمار پڑ گئیں ناں اگر میری درخواست سن لیتیں تو کیا جاتا آپ کا جب سے آپ کی بیماری کا سنا ہے بہت پریشان ہوں کیوں اتنا کام کرتی ہیں اپنی ساری تھکن مجھے دے دیں۔" وہ اس پہ جھکے جھکے بولا تو نریم پوری جان سے لرز گئی اگر کوئی دیکھ لیتا تو۔

یہاں اس کی شہرت ایک نیک نام لڑکی کی تھی اور یہ شخص اس وقت اس کے بے حد قریب اسے اپنی جاندار آنکھوں کے طلسم میں قید کرتا ہوا کیوں اسے بدنام کرنے پہ تلا ہوا تھا۔

"پلیز ہٹ جایئے یہاں سے۔" وہ کمزور آواز میں چلائی اور ساتھ اپنے ہاتھوں سے عملاً" دور کرنے کی کوشش کی۔

"ہٹ جاؤں گا مگر پلیز روئیے نہیں بلکہ اپنے آنسو مجھے دے دیں۔"

"کس ناتے سے۔"

"وہ ناتا جو عنقریب میں آپ سے جوڑنے والا ہوں۔"

"کون سا۔"

"زندگی بھر کا۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا میں آپ سے محبت کرنے لگا ہوں صاف کھری اور مضبوط۔"

"مگر مجھے آپ سے محبت نہیں ہے۔"

"نہ ہو مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا ہے۔"

"مجھے تو پڑتا ہے جس شخص نے میری راہوں میں بدنامیوں کے کانٹے ہی کانٹے اگا دیے ہیں میں اس سے نفرت بلکہ شدید نفرت ہی کر سکتی ہوں۔"

"میں ان کانٹوں کو اپنی پلکوں سے چنوں گا، رہا محبت اور نفرت تو وہ ذاتی فعل ہیں آپ مجھ سے نفرت کریں میں آپ سے محبت کروں گا کھری دیوانوں والی۔" وہ بے خودی میں دوبارا اس پہ جھک آیا تو نریم نے تیزی سے

کروٹ بدلی۔
"پلیز تشریف لے جائیں یہاں سے۔" وہ شانوں پہ دوپٹہ لیتی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی نسرین بیگم کے اندر آتے ہی اس نے سکون کی سانس کی وہ اپنے ساتھ ڈھیروں پھل' دیسی حلوہ جات' مرغی کا بھنا گوشت' اور یخنی لائی تھیں وہ بری طرح شرمندہ ہوئی انہوں نے بڑی محبت سے اسے اپنے ہاتھوں سے سیب کاٹ کر کھلایا انار کے دانے نکال کر دیئے۔
"ہو کیسے سنگدل ہیں تمہارے ماں باپ کوئی تین ماہ سے پتہ ہی نہیں کرنے آیا اور تم بھی نہیں گئیں ایسی بے خبری اچھی نہیں ہوتی۔" نریم نے شکوہ کناں نگاہوں سے طارق کی طرف دیکھا تو وہ نظریں چرا گیا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"صوفیہ آپ یہاں کیا کر رہی ہیں بیڈ نمبر چار آپ کی ڈیوٹی ہے۔" نئے آنے والے مریض لڑکے قمر سے اس کو کہیں ہانکتے دیکھ کر نریم کا پارہ ہائی ہو گیا تو وہ بڑے بڑے منہ بناتی چلی گئی ان تینوں کا وہی وطیرہ تھا ذرا کسی اچھی پرسنالٹی اور اچھی حیثیت والے مریض کو دیکھ کر بے تکلف ہو جاتی تھیں کافی عرصے سے نریم برداشت کر رہی تھی ان کی اوچھی حرکتوں کے باعث ہاسپٹل کی ریپوٹیشن خراب ہونے کا خدشہ تھا ایک نئی ڈاکٹر اور چار نرسیں اور ہاسپٹل میں آئی تھیں جنہیں اپنے پیشہ ورانہ فرائض سے لگاؤ تھا اس روش سے ان کا متاثر ہونا فطری تھا سو انہیں روکنا لازمی تھا۔
"قمر اب آپ کی کیسی طبیعت ہے۔" وہ سرہانے پڑی اس کی فائل اٹھا کر دیکھنے لگی۔
"کافی امپروومنٹ فیل کر رہا ہوں یہ سب آپ کی مسیحائی کا اعجاز ہے۔" وہ بولا تو وہ سر جھٹک کر اس کے سینے کی بینڈیج بدلنے لگی درد سے اس کا دھیان ہٹانے کو وہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی عین اس وقت طارق ڈیوٹی روم میں کھڑا اس کا پوچھ رہا تھا۔ "آج کل بڑے چکر لگانے لگے ہیں۔" ساجدہ نے ہنسی کے پردے میں طنز کیا۔
"ہاں اب مستقل طور پر ادھر ہی ایک کمرا لینا پڑے گا تاکہ روز روز کے چکروں سے بچا جا سکے ویسے نریم کہاں ہیں۔" اس نے بات ہنسی میں اڑائی۔
"وہ ادھر زخمیوں کے وارڈ میں ہیں دوسرے گاؤں کے نمبردار کا بیٹا قمر بھی وہاں ہے اس سے ہنس ہنس کے باتیں ہو رہی ہیں۔" ثمرین نے لگے ہاتھوں حساب برابر کیا اور شک کا تیر اس کے اندر ترازو کر گئی۔
وہ بڑے غور سے نریم کے پیچھے کھڑا اس کے مصروف عمل ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا ایک اجنبی کے جسم کا درد اس کے ہاتھ بھلا کیوں سمیٹ رہے تھے رقابت کی تیز لہر اس کے تن من کو جلا کر راکھ کر گئی وہ اور ایک غیر مرد کے اتنے قریب جھک کر بینڈیج کا سرا کاٹتی نریم اسے اپنی دسترس سے دور محسوس ہوئی۔
"او کے قمر صاحب اب آرام کریں اس ڈوز میں سلیپنگ پلز بھی ہیں فوراً پرسکون نیند آئے گی تو درد کا احساس بھی نہیں ہو گا۔" وہ اسے تسلی دیتے ہوئے مسرور سی تھی طارق انہی قدموں پلٹ گیا۔
کافی دیر بعد جب وہ سارے مریضوں کو دیکھ کر آئی تو طارق اسٹاف روم میں گپیں لگا رہا تھا نئی آنے والی ڈاکٹر عفرا اس کی وجاہت مردانہ شخصیت سے بڑی متاثر لگ رہی تھی۔
"کیوں خیریت کیسے آنا ہوا۔" وہ کافی روز بعد اسے دیکھ رہی تھی۔
"کیا خیریت کے بغیر نہیں آیا جا سکتا ویسے میں یونہی ملنے آیا تھا۔" وہ ایک گہری نگاہ ساجدہ صوفیہ' ثمرین' اور عفرا پر ڈال کر بولا۔
"تو آپ باتیں کیجئے میں آرام کرنے جا رہی ہوں۔" اسے نظر انداز کرتی وہ چلی گئی تو طارق اس کی بے نیازی پر تاؤ کھا کر رہ گیا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"میرا بھی سو فی صد یہی خیال تھا کہ تم ڈاکٹر نریم کو پسند کرتے ہو ویسے اس میں برائی بھی نہیں ہے یہ آئے روز جو تم ٹوٹتے پھوٹتے رہتے ہو بچت ہو جائے گی۔" خاور اس کے دل کی بات جان کر بہت مسرور ہوا اس کا راز خود بہ خود بڑوں تک پہنچ گیا بڑی اماں کے تو پاؤں ہی زمین پر نہیں ٹک رہے تھے نریم اول روز

سے ہی ان کے دل کو بھائی تھی۔ طارق نے اس وقت تک یہ بات نریم کے کانوں تک پہنچنے سے روک دی جب تک ادھر سے مثبت جواب ملتا۔
بالکل غیر متوقع طور پر احمد ابرار اور بیگم ابرار اتنے اچھے پروپوزل کو پا کر بہت خوش ہوئے انہوں نے اتنے اچھے گھرانے سے اس کے رشتے کا تصور تک نہیں کیا تھا اعلیٰ تعلیم یافتہ اسمارٹ خوبرو طارق انہیں اپنی مانگی گئی دعا لگا انہوں نے جھٹ منظوری دے دی اس کے علاوہ انہیں کیا چاہیے تھا شارق گاؤں جا کر بہن کو لے گیا احمد ابرار کا ارادہ محسن بھائی کی شادی ساتھ کرنے کا تھا شارق کا رشتہ وہ طے کر چکے تھے اب کی بار سب کا رویہ بدلا ہوا تھا لہجے میں پرانی تلخی کا شائبہ تک نہ تھا یہ عقدہ بھی کھل گیا اس کا رشتہ جو طے ہو چکا تھا بوجھ سر سے اترنے والا تھا اس کے ہاتھوں کا زخم بھرنے والا تھا کیا وہ اتنی ہی ارزاں تھی بے مول بے بہا یا کم قیمت۔
مایوں کی رسم کے بعد اس کا اور شارق بھائی کا ایک ساتھ نکاح تھا جونہی ذرا عورتوں کی بھیڑ کم ہوئی نریم اندر آ کر لیٹ گئی زرد دوپٹہ اتار کر رکھ دیا پھولوں کے گجرے نوچ دیئے اس کے پاس سے مہندی ابٹن پرفیوم اور تیل کی ملی جلی خوشبو آ رہی تھی ایسی درگت کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا پیلے کپڑوں میں اسے اپنا چہرا بھی پیلا پیلا لگا۔ نکاح نامے پر سائن کرتے ہوئے اسے بہت رونا آیا جانے طارق اس کی راہ کے کانٹے چنتا یا پھر اضافہ ہی کرتا رقیہ نے ماتھا چوم کر کئی ہرے ہرے نوٹ اس کی ہتھیلی پہ رکھے نڈھال سی نریم پہ انہیں بری طرح ترس اور پیار آیا جو سسک رہی تھی۔
اس کے سامنے نریم ہی تھی جواب نریم طارق بن کر اسے فخر و ناز کا احساس بخش گئی تھی گولڈن و میرون کامدار شرارے میں ملبوس وہ اسے ساری دنیا سے انوکھی اور مختلف لگی جیت کا نشہ اس کے انگ انگ میں سرمستی بھر رہا تھا جونہی طارق کپڑے بدل کر ڈریسنگ روم سے باہر آیا وہ چھپر کھٹ سے اتر کر دریچے کے قریب کھڑی ہو گئی۔
"جائیں ایک ایک فرد کو جا کر بتائیں کہ نریم احمد بے گناہ ہے اور رات کے بعد وہ بالکل اسی حالت میں آئی تھی جس طرح گئی تھی جائیں میرے ڈیڈی امی بھابھی اور بھائیوں کو جا کر بتائیں کہ نریم پاکیزہ اور ان چھوئی ہے۔" وہ اس کے گریبان پکڑتے ہی بے قابو ہو گئی "جائیں ناں ایک ایک کو پکڑ کر بتائیں کہ نریم معصوم ہے بے گناہ ہے اس نے کچھ نہیں کیا تھا" وہ بہت ہسٹیریکل ہو رہی تھی اگر اس کی آواز کمرے سے باہر چلی جاتی تو اچھا خاصا مسئلہ بن جاتا۔
"پلیز تم چپ ہو جاؤ۔" اس نے بے انتہا نرم لہجے میں کہا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں پلکوں پہ رکے قطرے بے ایمان کرنے لگے۔
"پلیز فی الحال یہاں سے چلے جایئے ورنہ جانے میں کیا کر بیٹھوں۔" وہ اس کے آگے ہاتھ جوڑ گئی "میں اس وقت کہاں جاؤں سارا گھر مہمان حضرات و خواتین سے بھرا ہوا ہے۔" وہ کہاں تک برداشت کرتا لہجے میں تلخی آ ہی گئی۔
"میں ہی چلی جاتی ہوں" وہ فیصلہ کن قدم دروازے کی سمت اٹھانے لگی طارق نے اس کا آنچل کنارے سے تھام لیا۔
"کیا تماشا بنوانا ضروری ہے۔" اس کی گرفت دوپٹے پہ مضبوط ہو گئی۔
"تماشا تو آپ نے بنوا دیا ہے ہر شخص مجھے معنی خیز انداز میں دیکھ کر دوسرے کے کان میں سرگوشی کرتا ہے کہ یہی ہے وہ لڑکی جو ایک رات اغوا کے بعد واپس آئی۔" ماضی کی ایک ایک بات آج یاد آ رہی تھی دل چاہ رہا تھا ساری کھولن آج ہی باہر نکال دے۔ طارق نے اس کا مسکا آنچل چھوڑ دیا اور جوتے اتارنے کی زحمت کیے بغیر لیٹ گیا یہ تو طے تھا کہ وہ ہتھیار پھینکنے والی نہیں تھی۔
دعوتوں وغیرہ سے فراغت کے بعد وہ دوبارہ ہاسپٹل جانے لگی جہاں اس کی شادی نے نرسوں پہ روگ سا طاری کر دیا تھا ثمرین' ساجدہ' صوفیہ اور عفرا نے بجھے بجھے دل سے اسے مبارکباد پیش کی ہاں گھر والے بہت خوش تھے کیونکہ طارق کی اکھڑ خود سر طبیعت سے انہیں خوف آتا تھا انہیں یقین تھا کہ نریم جیسی پیاری

اور دھیمے مزاج کی لڑکی بہت جلد اسے سنبھال لے گی مزارعے بھی اس کی بے جا سختی کی آج کل بہت شکایت کرنے لگے تھے بات بات پہ آؤٹ ہونا اس کی طبیعت کا خاصہ بن چکا تھا ان کے یہ خیالات کہ شادی کے بعد چوہدری صاحب بدل جائیں گے بالکل غلط ثابت ہوئے تھے وہ تو پہلے سے بھی سخت ہو گیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

دستک بڑے زور دار انداز میں ہوئی تھی نیند میں جاتی نریم کے حواس پوری طرح جاگ گئے اس کے اٹھنے تک دستک جاری رہی اس نے دروازہ کھولا تو طارق اندر گھس آیا اسے ہٹا کر دروازہ بند کیا۔

"ابھی تایا جان شاید ادھر آئیں انہوں نے مجھے ہٹ میں سوتے دیکھ لیا ہے اگر وہ آکر پوچھیں تو کہنا کہ نہیں انہیں دھوکا ہوا ہے" اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا باہر دروازے پہ پھر دستک ہوئی وہ بجلی کی تیزی سے نریم کے بستر میں گھس گیا باہر واقعی تایا جان تھے۔

"طارق کہاں ہے؟" ان کا انداز کھوجیوں والا تھا۔

"وہ تو کب کے سو رہے ہیں آکر دیکھ لیں۔" وہ سامنے سے ہٹ گئی تاکہ وہ اپنا شک دور کر سکیں۔

"نہیں نہیں ٹھیک ہے اب آرام کرو۔" وہ پلٹ گئے گہری سانس لیتے اس نے دروازہ بند کر دیا اور چند منٹ یونہی اس کی پشت سے ٹیک لگائے کھڑی رہی اس روز کے بعد سے طارق نے الگ سونا شروع کر دیا تھا وسیع و عریض باغ کے ایک قطعے پر اس نے اپنی ذاتی دلچسپی کی بنا پر ایک ہٹ بنوایا ہوا تھا جو سہولیات سے مزین تھا رنگ رنگ کے پھول اور پودے اس کی خوب صورتی میں اور بھی اضافہ کرتے یہ کوئی جادوئی سا ہٹ لگتا تھا پھولوں اور بیلوں سے ڈھکا طارق کی پسندیدہ جگہ وہ آج کل ادھر ہی سوتا تھا اس کی شامت آتے آتے رہ گئی تھی تایا کسی کام سے ادھر آئے تھے بتی جلتی دیکھ کر وہ اندر آگئے بستر میں سویا وجود انہیں سو فیصد طارق لگا تھا تبھی تو وہ معاملہ جاننے کو الٹے قدموں لوٹے تھے طارق نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور ان سے پہلے کمرے میں پہنچ گیا۔

چند منٹ وہ یونہی لیٹا رہا اور پھر اٹھ کر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا جیبوں کو ٹٹول کر لائٹر اور سگریٹ نکالا دو سگریٹ اس نے منٹوں میں ختم کر ڈالے نریم کو بڑی الجھن ہوئی وہ پاس پڑے صوفے پر ٹک گئی "اصل میں میں جب پریشان ہوتا ہوں تو اسموکنگ زیادہ کر دیتا ہوں عام حالات میں نارمل پیتا ہوں۔"

"اور نارمل اسموکنگ کیا ہوتی ہے۔" وہ طنزیہ بولی۔

"یہی کوئی چار پانچ پیکٹ۔" وہ مزے سے بولا تو وہ کانوں کو ہاتھ لگا کر رہ گئی۔

"اچھا وہیں رات بسر کرنے کا ارادہ ہے تو بسروچشم میں تو سونے لگا ہوں۔" وہ سگریٹ مسلتے ہوئے واقعی لیٹ گیا نریم کو امتحان نے آلیا بھلا اس کی موجودگی میں اس کے سامنے وہ کیسے سو سکتی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

طارق بار بار ایک ہی گانا ریوائنڈ کر کے سنے جا رہا تھا اللہ جانے شکوہ تھا یا کچھ اور۔

تم دور تھے تو کیا ہوا
تم مل گئے تو کیا ہوا
ویرانیاں کم نہ ہوئیں
تنہا تھا میں تنہا رہا

سارہ شوخی سے کھانسی تو ثنا نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ مارا "ذرا سچ سچ بتانا یہ گانا کتنی بار ریوائنڈ کیا گیا ہے۔"

"ایک دو تین بلکہ ساتویں بار" اس نے حساب لگا کر بتایا۔

"نریم ذرا جا کر پوچھو تو اتنے ٹریجڈی گانے سننے کا مطلب کہیں لڑائی وڑائی تو نہیں ہو گئی ہے جاؤ شاباش۔" عمارہ نے اسے باہر دھکیلا "کیوں یہ شخص مجھے اشتہار بنا رہا ہے۔"

اس نے پاؤں مار کر دروازہ کھولا ڈیک کی پرشور آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی طارق سینے کے بل الٹا لیٹا تکیے میں منہ چھپائے کچھ زیادہ ہی مگن تھا اس نے بٹن آف کیا تو خاموشی چھا گئی وہ سیدھا ہوا نریم اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"آخر آپ بار بار یہ گانا سنوا کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ پر ظلم ہوا ہے۔" وہ لڑاکا حسینہ لگ رہی

تھی۔

"پلیز بٹن پش کر کے دروازہ بند کر جائیں۔" وہ دوبارا سابقہ پوزیشن میں چلا گیا جیسے اسے سو فی صد یقین ہو کہ وہ اس کی بات مانے گی۔

"آپ یہ گانا نہیں سنیں گے۔" وہ کیسٹ نکالنے لگی تو طارق اٹھ آیا۔

"میں یہی گانا سنوں گا اور ہاں مجھے یہ رعب قطعی پسند نہیں ہے ابھی ہم اس مقام تک نہیں پہنچے ہیں کہ زور و زبردستی کریں" وہ اسے کچھ جتا گیا تو نریم نے اسی میں عافیت جانی کہ باہر نکل ہی جائے۔

"اتنی دیر لگا دی کون سے مذاکرات ہو رہے تھے۔" عمارہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی "ارے نہیں یار کون سے مذاکرات ہونے تھے" وہی گانا زور و شور سے بجنے لگا تھا اس نے قصداً دھیان ہٹا لیا مگر وہ تینوں اسے کہاں چھوڑنے والی تھیں۔

دوسرے روز صفائی کرتے ہوئے وہ خواہ مخواہ اس کا میوزک کلیکشن چیک کرنے لگی طارق کی پسند مختلف سی تھی کلاسیکل نیم کلاسیکل اور پاپ سے لے کر راک تک اس کے پاس ہر طرح کا میوزک کلیکشن تھا ——— مگر سب کی شاعری بڑی رومینٹک اور سافٹ تھی انگلش نمبرز میں تو یہ خصوصیت اور بھی نمایاں تھی آخری دراز میں صرف ایک کیسٹ پڑی تھی وہ بھی بڑے برے حال میں چلی ہوئی جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی اس نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اٹھائی کور غائب تھا اس سے پہلے کہ وہ مزید جائزہ لیتی ایک مردانہ ہاتھ نے وہ کیسٹ چھین لی یہ طارق تھا۔

"کیوں میری چیزوں کا جائزہ لینے کا مقصد۔" اس کی آنکھوں میں غصہ سرخی بن کر جھانک رہا تھا۔

"میں تو صفائی کر رہی تھی ایسے ہی بس دیکھ رہی تھی کہ آپ کا ذوق کیسا ہے۔" اس نے صفائی دی۔

"میرے ذوق کو چھوڑیں ویسے آپ کا ذوق بڑا سخت ہے آپ کو تو عامر سلیم کا گانا "تیرے عشق نے مالا مال کیا۔" بھی بڑا بیہودہ لگتا ہو گا مگر مجھے پسند ہے اس لیے کہ یہ گانا عشق حقیقی کی طرف اشارہ کرتا ہے میں رومینٹک گانے شوق سے سنتا ہوں آپ کو ناپسند ہوں گے یقیناً" اس کا جائزہ و مشاہدہ بالکل درست تھا۔

"ویسے پتہ ہے یہ وہی کیسٹ ہے جو آپ نے بس میں سنی تھی تھانے سے باہر آتے ہی میں نے اسے اپنے قبضے میں لے لیا تھا ارادے تو بہت کچھ تھے مگر خیر چھوڑیں بسوں میں جو گانے بجتے ہیں وہ اسپیشلی تیار کیے جاتے ہیں باذوق و پاکیزہ لوگ انہیں کہاں پسند کر سکتے ہیں۔" اس نے چلی گئی کیسٹ کو مزید توڑ پھوڑ کر کھلی کھڑکی سے باہر اچھال دیا۔

"کاش میری پسند و ناپسند اتنی کڑی نہ ہوتی اسی کے نتیجے میں تو میں یہاں ہوں لوگ تو جذبات کو برا کرنے والے گانے بھی بہن بھائیوں کے ساتھ بیٹھ کر آرام سے سن لیتے ہیں پھر ہم چاروں بہن بھائی اتنے سخت اور مضبوط کیوں نکلے ہماری پسند دنیا سے انوکھی کیوں تھی۔ ہم سیدھے راستے پر ہی چل رہے تھے ناں پھر میرا ساتھ ایسا کیوں ہوا؟

کاش میں اس روز بس میں سوار نہ ہوتی اگر ہو ہی گئی تھی تو سماعتیں پتھری کر لیتی یا پھر ٹریفک پولیس کو جا کر نہ بتاتی بھلا یہ بولڈنیس میرے کس کام آئی بسوں ویگنوں سوزوکیوں میں آج بھی اس ٹائپ کے لچر گانے بجتے ہیں فرق تو صرف مجھے پڑا ہے۔" صفائی کرتے اس کے ہاتھ بے جان پڑ گئے طارق باہر جا چکا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

نریم کو اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آ رہا تھا امی اور بھابھی اس سے ملنے آئی تھیں باورچی خانے میں ان کی آمد پہ رنگ برنگے کھانے پکانے کے آرڈرز جاری ہو چکے تھے دوپہر کا کھانا کھا کر وہ لوگ چلے گئے امی نے چپکے سے کہا کہ اگر ہو سکے تو ہمارے گزشتہ رویے بھول جانا بھلا وہ کیسے گزشتہ رویے بھول جاتی اتنا آسان تو نہیں تھا یہ رات کو جب وہ بیٹھی کڑھ رہی تھی تو طارق چلا آیا۔

"میں آج ادھر ہی سوؤں گا گھر والوں کو شک ہو گیا ہے کہ میں کہیں اور انوالو ہوں اس لیے بیوی کو لفٹ ہی نہیں کراتا" وہ ایک ایک لفظ دانت جما جما کر ادا کر

رہا تھا وہ بیڈ پر قدرے پرے ہو گئی تو اس کی یہ حرکت طارق کو اور بھی کھینچا کر گئی وہ اسے پورے استحقاق سے تکنے لگا وہ بے چین ہو کر انگلیاں موڑنے لگی اور ہونٹ چبانے لگی طارق نے آگے ہو کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کیوں ان ہاتھوں اور ہونٹوں کی نرمی مجروح کرتی ہو جسے ابھی تک میں نے محسوس نہیں کیا ہے سچ کہہ رہا ہوں ناں۔" زریم نے وحشت زدہ نگاہوں سے اسے دیکھا جس میں ایک التجا سی تھی۔

"میں نے تمہارے ساتھ نکاح کیا ہے کوئی ایسے ہی بھگا کر نہیں لایا ہوں۔" آج اس کا انداز بدلا ہوا تھا۔

"تو پھر جائیے میرے گھر والوں کو بتا دیجیے آپ نے مجھے کس جرم کی پاداش میں اغوا کیا تھا تاکہ وہ بھی آپ کے چہرے سے واقف ہو سکیں۔" وہ اکثر اس کے جذبات کو یوں ہی مجروح کر دیا کرتی تھی۔

"کب میری انا ہارے گی اور میں جیتوں گا۔" وہ افسوس سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

سارہ کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی تھی گھر میں مہمانوں کی آمد و رفت شروع ہو چکی تھی گیسٹ رومز کی صفائی کرانا زریم کی ذمہ داری تھا اور وہ اپنی ذمہ داری کو تندہی سے نبھا رہی تھی ابوظہبی سے بڑے چوہدری کے خاص الخاص مہمان آئے ہوئے تھے لڑکیاں بالیاں ڈھولک پہ گانے گا رہی تھیں بڑی اماں نے بطور خاص زریم کو چائے بنانے کے لیے کہا کیونکہ وہ چائے بہت اچھی بناتی تھی سب اس کے معترف تھے چائے کے بعد وہ عمارہ مختلف سالنوں کے لیے پیاز لہسن کاٹنے لگیں طارق نے بھی اپنی خدمات پیش کیں وہ صبح سے زریم کو مصروف دیکھ رہا تھا تھکی تھکی سی زریم کو دیکھ کر وہ بے اختیار یہ آفر کر بیٹھا تھا کہ اس گھرانے کی روایت شروع سے یہی چلی آ رہی تھی کہ باورچی خانہ عورتیں خود سنبھالتی تھیں نوکرانیوں سے یہ کام کروانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا عمارہ شوہر کے بلاوے پر باہر چلی گئی زریم اکیلی ڈھیروں گوشت کی بوٹیاں بنانے کے تصور سے ہی دہل گئی چھری ہاتھ میں لیے وہ گم صم کھڑی تھی طارق نے وہ لمبا چھرا اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"میں کٹواتا ہوں اگرچہ ایسے کام پہلے تو نہیں کیے ہیں مگر اب کر لوں گا۔" اس نے اناڑی پن سے گوشت کا ایک پیس کاٹتے ہوئے کہا "مجھے تو اس چھرے کو دیکھتے ہوئے خوف آ رہا ہے۔" زریم نے جھرجھری لی۔

طارق نہ جانے کس تصور میں تھا کہ گوشت کے بجائے چھرا ہاتھ پہ چلا دیا اس کی شہادت کی انگلی تک چھرے کا تیز دھار چمکتا کنارا اتر گیا جب تازہ لہو کی سرخ سرخ بوندیں نیچے ایک تواتر سے گرنے لگیں تو زریم چیخی۔

"او مائی گاڈ آپ کا ہاتھ بہت زیادہ کٹ گیا ہے کم از کم چھ ٹانکے تو لگیں گے ہی فوراً میرے ساتھ چلیں۔" گھر میں وہ ایسے حادثوں کے لیے تیار رہتی تھی سو ضروری سامان بھی موجود تھا مگر ٹانکوں کے لیے اسے ہاسپٹل لے جانا ضروری تھا زریم کو گاڑی ڈرائیو کرنی نہیں آتی تھی وسایا کو مختصراً بتا کر وہ طارق کو ساتھ لے آئی اپنے لیے اسے یوں پریشان دیکھ کر طارق کو تکلیف کا احساس جاتا رہا۔

جب وہ واپس ہوئے تو سارے گھر میں اس واقعے کی بابت گفتگو ہو رہی تھی "طارق تمہارا دھیان کہاں تھا۔" رقیہ خفگی سے بولیں تو وہ ہنس پڑا۔

"آپ کی بہو میں" جواب برجستہ تھا سب کی موجودگی کے باعث وہ جھینپ گئی۔

سارہ کی شادی کی تمام رسموں کو اس نے بڑا انجوائے کیا برسوں بعد کھل کر ہنسی شرارتیں کیں ابھی ابھی اس نے ڈھیروں ابٹن و مہندی لڑکے لڑکیوں پر پھینکی تھی جوابی کارروائی سے بچنے کے لیے وہ اپنے کمرے کی طرف بھاگی جہاں طارق ابھی ابھی تیار ہو کر پرفیوم اسپرے کر رہا تھا۔

"پلیز مجھے چھپا لیں۔" وہ اس کے اور ڈریسنگ ٹیبل کے درمیان آ گئی ریڈ چوڑی دار پاجامے نیٹ والی پیلی قمیص اور سرخ دوپٹے میں ملبوس وہ لمبے بالوں کو پراندے میں جکڑے سینے پہ ڈالے کھڑی اس کی مدد کی منتظر تھی طارق کا دل بے ایمان ہو گیا لمحہ بھر میں

اس کے بازو زریم کے گرد حمائل ہو گئے۔

"لیں چھپا لیا کوئی اور حکم۔" وہ شرارت سے بولا تو وہ رونے کو ہو گئی باہر سے دوڑتے قدموں کی چاپ اس طرف آ رہی تھی طارق کو سنبھلنا پڑا وہ تو پورا جلوس تھا زریم سے بدلہ لینے کا منصوبہ بناتا ہوا۔

"پلیز کچھ کریں ناں وہ ابھی سب میرے کپڑے خراب کر دیں گے۔" وہ بدحواس ہو رہی تھی جونہی یاور اندر آیا طارق بولا۔

"تم زریم کو ذرا میرے پاس بھیجو" وہ الٹے قدموں یہ بتانے کو بھاگا کہ زریم ادھر نہیں ہے وہ پردے کے پیچھے سے نکل آئی تھی۔

"تھینکس گاڈ بچت ہو گئی ورنہ خیر نہیں تھی۔" وہ شکر کر رہی تھی۔

"آپ میں شرارت کے جراثیم بھی پائے جاتے ہیں بالکل نئی چیز ہے میرے لیے۔" وہ بولا۔

"ہاں بھی میں بہت شرارتی تھی سب کہتے تھے کہ لگتا ہی نہیں ہے تم میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہو انہیں تو موٹی موٹی کتابوں سے ہی فرصت نہیں ملتی کجا کہ شرارتوں کے لیے ٹائم نکالیں پھر بہت برا وقت آیا میرے اوپر سب ہنسی و شرارت کہیں کھو گئی۔" وہ اب بالکل بدلی بدلی لگ رہی تھی طارق کو افسوس سا ہوا ہنستی مسکراتی خوش باش لڑکی کے روپ میں وہ کتنی اچھی لگ رہی تھی۔

"میری ہنسی میری مسکراہٹ واپس لا دیں۔" وہ آج پھر ہسٹریکل ہو رہی تھی۔

"تم ظالم دیو ہو جس نے میری ساری خوشیاں ملیا میٹ کر دیں میں تم سے ہمیشہ نفرت کرتی رہوں گی ہمیشہ تمام عمر تک۔" وہ اس کے گریبان کو پکڑے جھٹکے دیتی اپنے آپ میں نہیں لگ رہی تھی طارق کو یوں لگا وہ ہمیشہ ناکام رہے گا۔

♥ ♡ ♡ ♥

ڈاکٹر زیدی سے کافی عرصے تقریباً سال بھر بعد اس کا سامنا ہو رہا تھا وہ یونہی اس ضدی لڑکی کا جائزہ لینے آیا تھا جس نے اس کی تمام آفرز کو حقارت سے ٹھکرا دیا تھا زریم کی شادی کی اطلاع اس کے لیے سرپرائزنگ ہی تھی طارق بھی اتفاق سے ادھر ہی تھا اقبال نے بتایا کہ یہی اس کا شوہر ہے زیدی طارق کے تمام خاندان سے آگاہ تھا ٹھکرائے جانے کی ذلت طارق کو دیکھ کر اور بھی دو چند ہو گئی تھی اس جیسا ہینڈسم و مضبوط پارٹنر اسے کیوں ملا تھا؟ یہ ملال اسے مارے دے رہا تھا۔ جب زریم نئی نئی مقامی ہاسپٹل میں ہاؤس جاب کے لیے آئی تو اس کے ان چھوئے حسن نے وارڈ بوائے سے لے کر جمعدار اور جمعدار سے لے کر ڈاکٹرز تک کو متاثر کیا یہاں ہاؤس جاب کے لیے آنے والی اکثر نئی لڑکیاں زیدی کی چالوں میں الجھ گئی تھیں نرسوں کی تو اہمیت ہی نہیں تھی اس بڑے ہاسپٹل کی بلند دیواروں کے پیچھے جو گھناؤنا کھیل کھیلا جا رہا تھا اس نے زریم کو لرزا دیا تھا اس کے پاس محض انا اور عزت نفس تھی ڈاکٹر شازہ نے اسے ہنستے ہنستے بتایا تھا۔

"اگر ڈاکٹر زیدی کو خوش کر دو تو وہ ہاؤس جاب کے بعد تمہیں باہر کے کسی ملک میں بھجوا دیں گے مجھے دیکھو تین ماہ سوئٹزرلینڈ میں گزارے ہیں نیا گھر اور گاڑی بھی خرید لی ہے ڈاکٹر فرح بھی دوبئی میں دونوں ہاتھوں سے ریال سمیٹ رہی ہے میری مانو تو تم بھی یہ ضد چھوڑ دو ایمان سے ہزاروں ڈالر صرف تمہاری تنخواہ ہو گی۔"

شازہ کے وجود سے اسے گھن آنے لگی۔

"پلیز چپ ہو جاؤ۔" وہ کانوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر چلائی۔

"ہمارے ہاسپٹل کی تو نرسیں بھی عیش کر رہی ہیں۔" وہ باز نہیں آئی اسے رام کرنے کی تمام کوششیں بیکار گئیں اس کی ہٹ دھرمی کے نتیجے میں ڈاکٹر زیدی نے اسے گاؤں کے ہاسپٹل میں بھیجا تھا سب نے اسے خوفناک نتائج کی دھمکیاں دیں جواباً اس نے کہا

"میں ایک نامی گرامی وکیل کی بیٹی ہوں میرے ساتھ کچھ کرنے سے پہلے سو بار سوچنا پڑے گا۔" ڈاکٹر زیدی بھی احمد ابرار کی مضبوط پوزیشن کے باعث خاموش تھا ورنہ وہ کہاں نچلا بیٹھنے والا تھا۔ متوسط طبقے کی لڑکیاں جن کے ماں باپ ادھار لے کر اور اوور ٹائم

لگا لگا کر انہیں پڑھاتے وہ اونچے اونچے خواب سجائے ہاؤس جاب کے لیے آتی تھیں خوابوں کا بیوپاری ڈاکٹر زیدی بڑا گھاگ اور تجربے کار تھا نامی گرامی ڈاکٹر تھا مگر طبعاً "بہت گھٹیا شخص تھا ہاسپٹل میں آنے والی شاید ہی کوئی نرس یا ڈاکٹر اس سے محفوظ تھی ہاں جن کے گارجین مضبوط حیثیت کے مالک تھے ان کی طرف وہ نگاہ نہیں ڈالتا تھا نریم کے ساتھ ہونے والی نوکچڑی سے وہ آگاہ تھا اس لیے اس کے پیچھے لگا ہوا تھا مگر وہ دامن بچا گئی تھی آج یوں اسے معتبر گھرانے کی بہو کے روپ میں دیکھ کر اسے تمام ناکامیاں ایک ایک کر کے یاد آنے لگی تھیں۔

"زیدی صاحب آپ کیسے ہیں۔" وہ اسے یہاں پا کر خوشگوار حیرت سے دوچار ہوا۔

"بالکل ٹھیک اے ون بس یہاں کا جائزہ لینے آیا تھا کہ مجھے بڑی شکایات مل رہی تھیں ڈاکٹر نریم کے بارے میں میرے ہی ہاسپٹل میں کام کرتی تھی ہر ڈاکٹر کے ساتھ اس کا افیئر تھا اس لیے تو میں نے اسے یہاں بھیجا تھا کہ اس کے ہوش ٹھکانے آجائیں مگر وہ باز ہی نہیں آئی سب کہہ رہے ہیں کہ وہ یہاں کا ماحول بھی خراب کر رہی ہے۔ ویسے ایک بار وہ اغوا بھی ہو چکی ہے۔" زیدی نے ناک تک گرنشانے لگائے تھے طارق کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا کیا نریم اتنے ہلکے کردار کی ہے اسے لیے بنا وہ واپس آیا بڑی اماں نے پوچھا تو اس نے طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر دیا درحقیقت اس وقت اس کے اندر بھانبھڑ جل رہے تھے اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ساری دنیا کو تہس نہس کر ڈالے۔

نریم آج ڈاکٹر زیدی سے بڑے اعتماد سے ملی تھی طارق کا ساتھ اسے بہادر بنا گیا تھا واپسی پہ اس کی گاڑی نہ پا کر وہ وقتی طور پر پریشان ہوئی۔ اس نے اندر داخل ہو کر لائیٹ جلائی تو طارق سیدھا ہوا اس کی لہو رنگ ہوتی آنکھیں دیکھ کر نریم کو واقعی اس سے خوف سا محسوس ہوا۔

"دروازہ لاک کر کے میرے پاس آؤ۔" اس کا لہجہ بے پناہ سرد تھا نریم جان گئی کہ ضرور کوئی ایسی ویسی بات ہے مرے مرے قدموں سے وہ اس کے اشارے پہ اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"جب گاؤں میں میں نے تمہیں دیکھا تو دل میں پسندیدگی کی لہر بھانپتے ہوئے بے پناہ خوش ہوا کہ میری پسند ایک مضبوط کردار کی لڑکی ہے اتنے مضبوط کردار کی لڑکی کہ جو فضول قسم کے گانے بھی سننا گناہ سمجھتی ہے محض اتنی سی بات پہ وہ لڑکی ایک مرد کے انتقامی جذبوں کا شکار ہوئی جب میں نے تمہیں دوبارہ دیکھا تو تم پہلے سے بڑھ کر مضبوط لگیں، تمہیں اپنانے کا خیال روز بروز میرے دل میں جڑ پکڑتا گیا میں حقیقی معنوں میں اپنے اس گھٹیا فعل پہ شرمندہ ہوا تم سے معافی مانگی اور تمہیں اپنی زندگی میں شامل کر لیا تم مجھے بہت برتر اور اپنا آپ کمتر لگتا کہ میں ہلکے کردار کا ہوں تم سے چاہت اس انتہا تک بڑھ چکی تھی کہ تمہاری مرضی کے بغیر میں نے تمہیں چھونا بھی گوارا نہیں کیا حالانکہ تم میرے قبضے میں تھیں اور میں ایک زور آور مرد تھا پھر یہ کہ میری انا ہارنے لگی تھی میں تمہاری خواہش پہ تمہارے گھر والوں کے سامنے تمہیں اغوا کیے جانے والا راز کھولنے پہ تیار ہو گیا تھا تاکہ تم سر اٹھا کر جی سکو مگر زیدی مجھے مل گیا آج پتہ چلا کہ میں تو خواہ مخواہ احساس کمتری کا شکار رہا جس لڑکی نے میرے سامنے نام نہاد پارسائی و مضبوطی کا ڈرامہ رچا رکھا ہے وہ تو بڑی گئی گزری ہے۔"

طارق کے لہجے اور نگاہوں میں بڑی نفرت تھی جس نے نریم کو لرزا دیا۔

"وہ وہ جھوٹ بولتا ہے اس لیے کہ میں نے اسے منہ لگانا گوارا نہیں کیا تھا۔" اس نے کہنا چاہا مگر وہ بات کاٹ گیا۔

"اس وقت میرے سامنے سے چلی جاؤ شاید میں تمہاری جان ہی لے بیٹھوں۔" وہ بڑا جنونی لگ رہا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

تمام رات ٹھنڈ میں بیٹھے رہنے کے باعث صبح نریم کا جسم تنور کی طرح تپ رہا تھا وہ نیم بے ہوش سی تھی جب نوکرانی نے اندر جا کر سب کو یہ خبر دی رقیہ، بڑی اماں اور دیگر افراد خانہ بھاگے بھاگے آئے فوراً اسے

اٹھا کر اندر پہنچایا گیا طارق ابھی تک سو رہا تھا شور سے اس کی آنکھ کھلی بڑی مشکل سے ٹرنکولائزر کھانے کے بعد اسے نیند آئی تھی کی بیداری پہ ڈاکٹر زیدی کے تلخ الفاظ پھر ذہن میں گونجنے لگے کسی نے بڑے زور سے اس کے کمرے کا دروازہ بجایا تو وہ واپس لوٹا باہر عمارہ تھی از حد سنجیدہ چہرے کے ساتھ۔

"طارق بھائی بڑی اماں اور چچی آپ کو بلا رہی ہیں۔" وہ پلٹ گئی اس نے ایک نگاہ اپنے پژمردہ چہرے پہ ڈالی اور یونہی بالوں کو ہاتھ سے سنوارتا چلا آیا۔

"طارق میں یہ کیا دیکھ رہی ہوں۔" اس کی ماں کی آواز میں بڑا جلال تھا انہوں نے سامنے بے سدھ پڑی نریم کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"رات [illegible] ہو گئی تھی یہ خود ہی ناراض ہو کر [illegible] میرا قصور نہیں ہے اور ہاں امی آپ بھی [illegible] مر نہیں جائے گی۔" اس بار اس [illegible] کی رقیہ اس کا چہرہ دیکھ [illegible] لڑکیاں بھی حیران رہ گئیں [illegible]

شام کو [illegible] نریم [illegible] کا تو تھا وہ کافی حیران [illegible] اسے کیا ہو گیا ہے اس کی [illegible] نریم کو کوئی سخت ذہنی [illegible] ہو سکتی ہے اتنا چاہنے والا [illegible] شوہر محبت کرنے والی سسرال [illegible] اچانک کیا غم ملا تھا؟ طارق غائب تھا [illegible] چار چھ ملاقاتوں میں وہ اس [illegible] بے تکلف ہو گئی تھی ثمرین، ساجدہ اور صوفی اس کے بہت کردار ہونے کے بارے میں [illegible] کانوں میں انڈیلتی رہتی تھیں [illegible] فوراً اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ انہوں [illegible] اپنے خوابوں میں طارق کو [illegible] اس کے آرام سے بات کرنے کا انہوں نے غلط مطلب [illegible] اس کی ظاہری شخصیت ضرور [illegible] سے غلط فہمی کا شکار ہوا جا سکتا تھا وہ بھی [illegible] وجاہت اور پرسنالٹی سے متاثر ہوئی [illegible] طارق کے کہیں اور اٹھتے قدم دیکھ کر

وہ سمجھدار لڑکی سنبھل گئی تھی۔

"میں اب چلتی ہوں میرا خیال ہے کہ تھوڑی دیر بعد اسے ہوش آجائے گا۔" عفرا اٹھ کھڑی ہوئی رقیہ اسے گاڑی تک چھوڑنے آئیں۔

عفرا کے کہنے کے مطابق تھوڑی دیر بعد وہ واقعی ہوش میں آگئی اپنے اردگرد سب چہروں کو دیکھ کر اسے از حد شرمندگی ہوئی "سارہ مجھے میرے کمرے میں پہنچا دو سب کے سامنے لیٹنے سے مجھے عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔" اس نے منت کی کمزوری اس قدر تھی کہ سہارے کے بغیر اس سے ایک قدم تک نہیں اٹھایا جا رہا تھا رقیہ نے زبردستی اسے ڈبل روٹی کے دو پیس کھلائے رات تک سب کافی دیر اس کے پاس بیٹھے رہے ہلکی پھلکی باتیں کر کے اس کا دل بہلایا جاتا رہا طارق کے آنے پر اسے دواؤں کی تفصیل بتا کر سب نے اپنے اپنے کمروں کی راہ لی۔

"تم تو بڑی کمزور نکلیں میں تمہیں بڑی سخت چیز سمجھتا تھا جو کئی ماہ تک میری ایک بات نہ سن سکی۔" وہ کرسی اٹھا کے بیڈ کے سامنے بیٹھ گیا ٹانگیں اٹھا کے اس کی طرف کر لیں یوں کہ وہ نریم کے بازو اور شانے سے ٹچ ہو رہی تھیں وہ قدرے پرے ہو گئی اور کروٹ ہی بدل لی اس کی زہر بھری باتیں سننے کی اس میں ہمت ہی نہیں تھی۔

"اٹھو دوا پی لو میں فی الحال تمہیں زندہ ہی رکھنا چاہتا ہوں۔" وہ سختی سے اس کے بازو کو پکڑ کر اسے اٹھاتے ہوئے بولا تو نریم کے اندر صبر کی طاقت دم توڑ گئی۔

"آپ نے ڈاکٹر زیدی کے حوالے سے مجھے جو کچھ کہنا ہے ایک بار ہی کہہ لیں میرا اب اس مکروہ کردار شخص سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" آنکھوں سے اچانک پھسل آنے والے آنسوؤں کو اس نے آستین سے صاف کیا۔

"میری جان تعلق بنتے نہیں بنائے جاتے ہیں" وہ سیدھا اس کی روئی روئی آنکھوں میں جھانک رہا تھا نریم کو بے پناہ ضبط سے کام لینا پڑا ابھی کچھ دنوں پہلے ہی وہ سنجیدگی سے اس کے بارے میں سوچنے لگی تھی

کہ گزشتہ تلخ باتیں بھول کر اسے طارق کو بے بسی کے گرداب سے نکال لینا چاہیے وہ یقیناً" اس کا احسان مند ہوتا اس کی ہر بات سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ نریم کو واقعی چاہنے لگا ہے اور اسے اس چاہت کی قدر کرنی چاہیے ڈیڈی، امی بھائی سب اس کی شادی کے بعد کتنے خوش اور آسودہ دکھائی دینے لگے تھے طارق سے اسے جو نفرت تھی آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی۔ وہ اتنا قابل نفرت بھی نہیں تھا اس کی مہانی کہ وہ اسے جوں کا توں واپس چھوڑ گیا ہاں اس کا طریقہ ضرور غلط تھا اس کی سزا بھی تو بھگت رہا تھا ضمیر کی سزا سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں ہوتی مجھے آگے بڑھ کر اسے یہ مژدہ سنا دینا چاہیے کہ میں نے تمہاری انا کو ہارنے نہیں دیا ہے۔ مگر اس سے پہلے ہی نہ جانے یہ زیدی کہاں سے ٹپک پڑا تھا جس نے طارق کو شک کی وادیوں میں لا کھڑا کیا تھا وہ یکسر بدلا ہوا طارق تھا "مجھے دیں میں خود دوائی لگتی ہوں" اس نے ہاتھ آگے کیا۔

"نہ جانے کس لیے خود کو یوں بچا بچا کر رکھتی ہو کیا مجھ سے۔" اس کا اگلا جملہ اور وار دونوں معنی خیز تھے نریم بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"تم نے مجھے اتنا ڈس ہارٹ کیا کہ میں اس بیڈ روم میں سونا بھی تمہاری توہین تصور کرتا تھا تمہاری طرف بڑھتے قدم یہ سوچ کر روک لیتا کہ یہ قدم بہت آلودہ ہیں میں تو تمہارے لیے خود کو بہت خالص بنا رہا تھا اتنا خالص کہ تمہارا ہاتھ تھامتے ہوئے مجھے شرمندگی نہ ہو مگر تم تو خود نری گند ہو غلاظت کی پوٹ ہو۔" طارق کے جملے تھے کہ آگ اس کا رواں رواں جلنے لگا۔

"نہیں نہیں یہ جھوٹ ہے۔" وہ کانوں پہ ہاتھ رکھ کر چلائی اور ایکدم ہی طارق کے لبوں پہ کمال جرات سے اپنا ہاتھ رکھ دیا اس کی کانپتی ہتھیلی کی نرماہٹ طارق کے لیے یقیناً" نئی بات تھی مگر وہ پل بھر ہی میں جذبات کے گرداب سے نکل آیا۔

"دیکھیں آپ بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں ڈاکٹر زیدی اچھا آدمی نہیں ہے کمزوروں سے فائدہ اٹھانا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اس نے مجھ سے بھی اپنے مذموم ارادوں کی تکمیل چاہی تھی جواباً" میں نے انکار کیا تو وہ......"

نریم نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیے تھے۔

"آپ میرا یقین کریں ناں۔" اس نے طارق کا دایاں ہاتھ اپنے رخسار سے لگالیا تھا۔

"یہ مکار لڑکی اس طرح مجھے راہ پر لانا چاہتی ہے کہاں تو اپنا ہاتھ پکڑنے نہیں دیتی تھی اور اب اس طرح۔" طارق نے جھٹ اپنا ہاتھ الگ کیا۔

"خیر جھوٹ سچ کا پتہ میں خود ہی لگالوں گا۔" وہ لائیٹ آف کر کے دراز ہو گیا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"اس ڈاکٹر نریم نے تو ہمیں سارے عیش و آرام ہی بھلا دیے ہیں مزے سے گھر بیٹھ کر تنخواہ وصول کرتے تھے بہت ہوا تو مہینے میں ایک دوبار چکر لگا لیا اس میں بھی اپنا فائدہ تھا دوائیوں کا اسٹاک جو آتا تھا اسے الگ سے بیچ کے پیسے کھرے کرتے تھے نہ کوئی فکر نہ پریشانی مگر جب سے وہ آئی ہے قسم سے گھن چکر بنا کر رکھ دیا ہے۔ جوڑ جوڑ آرام کو ترس گئے ہیں ہر وقت کام کراتی ہے یہ کرو وہ کرو فلاں مریض کو دیکھو فلاں کو اٹینڈ کرو۔" اقبال، ثمرین، صوفیہ، اور ساجدہ چاروں نریم کے خلاف زہر اگل رہے تھے اس کے خلاف بہت سے انتقامی جذبات ان کے ذہنوں میں پرورش پانے لگے تھے۔ جس پہ عمل درآمد کرنے کا ان کا پکا ارادہ تھا ڈاکٹر زیدی نے بھی بہت سے غلط باتیں یہاں کے عملے کے ذہن میں بٹھادی تھیں۔

وہ آرام سے اپنے کارڈز کھیل چکا تھا نریم کے حوالے سے اسے بہت بڑا فائدہ حاصل ہونے کی توقع تھی اس کے ہاسپٹل میں بڑے نامور لوگ علاج کے لیے آتے تھے مڈل ایسٹ کے ایک ملک سے سرکاری وفد پاکستان کے دورے پہ آیا تو ایک عرب شیخ کی طبیعت بگڑ گئی اسے علاج کے لیے زیدی کے پاس لایا گیا نریم بھی وہیں ہاؤس جاب کر رہی تھی عرب شیخ کو وہ اس قدر بھائی کہ وہ اس کے لیے اپنی دولت کا آدھا حصہ لٹانے پہ تیار ہو گیا اس نے زیدی سے مدد مانگی زیدی نے نریم کو سہانے خوابوں کے لالچ دیے مگر وہ

اس کی پیش کش کو خاطر میں ہی نہیں لائی اگر وہ مان جاتی تو زیدی ملک کے چند متمول لوگوں میں سے ایک ہوتا اس وقت سے وہ نریم سے اور بھی زیادہ خار کھانے لگا تھا۔

"کل ڈاکٹر صاحبہ کا فون آیا تھا کہ وہ آج آجائیں گی جلدی کرو ایسا نہ ہو کہ ہمیں باتیں کرتے دیکھ کر پارہ اور بھی ہائی ہو جائے۔" اقبال نے انہیں اٹھایا واقعی آدھے گھنٹے بعد وہ آگئی خلاف معمول وہ کافی تھکی تھکی لگ رہی تھی گلابی رنگت میں زردی سی گھل گئی تھی آنکھیں بھی اندر دھنسی ہوئی تھیں پھر سارا دن وہ تندہی سے مریضوں کو دیکھتی رہی ساتھ والے گاؤں سے ایک ایمرجنسی کیس آیا تھا کوئی عورت تھی جو شدید زخمی تھی صبح کی آئی نریم اب دوسری صبح کے چار بجے فارغ ہوئی تھی تھکن سے برا حال ہو رہا تھا مگر کامیاب آپریشن کی بڑی خوشی تھی یہ ایک احساس تھا کہ وہ اسٹاف روم میں ٹیبل پہ ہی سر رکھے سو گئی۔ گھر فون کرنا اسے یاد ہی نہیں رہا طارق بارہ بجے آکر پتہ کر گیا تھا اسے معلوم ہو گیا کہ وہ اندر آپریشن تھیٹر میں ہے پھر بھی اسے بہت غصہ آیا کسی طرح چین ہی نہیں آرہا تھا وہ دوبارہ اس وقت آیا جب وہ تھکن سے بے حال ہوئی ٹیبل پہ سو رہی تھی ڈاکٹر عفرا بھی اپنے کمرے میں جا چکی تھی البتہ نرسیں وہاں تھیں اس وقت وہ کسی سے بھی خوش اخلاقی بگھارنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"نریم اٹھو۔" اس نے آہستگی سے اس کا شانہ ہلایا تو وہ ہڑبڑا گئی۔

"مجھے نیند آرہی ہے۔" وہ دوبارہ مدہوشی میں ڈوب گئی۔

"میں کہتا ہوں اٹھو" وہ اب سختی سے بولا تو جھٹ اس کی آنکھیں کھل گئیں طارق کے حلیے سے لگ رہا تھا کہ وہ نیند کی قربانی دے کر آیا ہے۔ وہ باہر نکل کے کپکپا سی گئی، سردی زوروں پہ تھی مہینے کی آخری تاریخوں کا چاند کہیں کہیں سے جھانک کر اندھیرے کا سینہ چاک کرنے کی ناکام کوششیں کر رہا تھا اس کی ساری نیند بھاگ گئی، اس نے شکر کیا جب گرم گرم کمرے میں ہیٹر کے آگے بیٹھی۔

"جب آپریشن ختم ہوا تو تم نے مجھے فون کیوں نہیں کیا؟ کیا وہاں سونے کو زیادہ دل چاہ رہا تھا۔" وہ آتے ہی شروع ہو گیا۔

"اصل میں تھکن بہت زیادہ تھی۔" اس نے صفائی دینے کی اپنی سی کوشش کی۔

"بہت خوب اور ادھر میں جو رات بھر سے جاگ رہا ہوں بارہ بجے بھی پتہ کرنے گیا تھا۔" اس نے تیکھے لہجے میں بتایا تو وہ اس کے لہجے پہ الجھتی اسے دیکھنے لگی یعنی وہ اس قدر اہم ہے کہ طارق جیسا شک کی آگ میں جلتا مرد رات بھر سے جاگ رہا ہے اور اتنی سخت سردی میں جب بستر چھوڑنے کو ہی جی نہیں چاہتا وہ دوبار اس کا پتہ کرنے گیا ہے اس کے اندر کوئی نرم سا پھول کھلا مگر پھر فوراً" ہی مرجھا بھی گیا کہ اس کی ذات شک سے بالاتر نہیں ہے جبھی تو وہ دوبارہ گیا۔

♥ ♡ ♡ ♥

طارق شہر آیا ہوا تھا وہیں لبرٹی میں اس سے ایک دوست ٹکرا گیا ایس پی رحیم مرزا اس کا کلاس فیلو رہ چکا تھا بڑا ایماندار اور ذہین آفیسر تھا وہ زبردستی اسے گھر لے آیا۔

"اور سناؤ کیسی گزر رہی ہے۔" طارق نے ایزی ہو کر پوچھا۔

"نہ پوچھو یار کیسی گزر رہی ہے اس زیدی والے معاملے نے مجھے چکرا کر رکھ دیا ہے۔" وہ سر پہ ہاتھ مارتا پریشانی سے بولا طارق کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ زیدی والا معاملہ کیا ہے جبھی تو اس نے جھٹ اگلا سوال کیا۔ رحیم کا جواب حیرت زدہ کرنے والا تھا کم از کم اسے۔

"یار یہی ڈاکٹر زیدی جس کی قابلیت کی دھوم مچی ہے بین الاقوامی اخبارات و جرائد جسے بڑی کوریج دے رہے ہیں اس ہاسپٹل اور نیک نامی کی آڑ میں اس نے مجبور و بے بس لڑکیوں کی عصمتیں لوٹ کر بڑی دولت بنائی اور نام پیدا کیا ہے کئی ایماندار صحافی اس وقت زیدی کے پیچھے ہیں ہمیں بھی اوپر سے آرڈر ملا ہے میری اسسٹنٹ امبرین نرس کے روپ میں

ہاسپٹل میں ہے اور مجھے پل پل کی رپورٹ پہنچا رہی ہے میں اس وقت سے ڈر رہا ہوں جب اخبارات اس ہاسپٹل کی حقیقت کھولیں گے یہ ہاسپٹل کیا ہے بڑے بڑے لوگوں کا دل بہلانے کا عشرت کدہ ہے شریف ڈاکٹرز خاموشی سے اس معاملے سے الگ ہو گئی ہیں۔"

رحیم بول رہا تھا اور طارق فق ہوتے چہرے کے ساتھ سن رہا تھا۔

"یار میں ان تمام لڑکیوں کی جرات کو سلام کرتا ہوں جنہوں نے زیدی کے مذموم ارادوں کے آگے ہار نہیں مانی ہے انہی میں ایک ڈاکٹر نریم بھی ہے ایڈووکیٹ احمد ابرار کی بیٹی بے چاری کے ساتھ بڑی ٹریجڈی ہوئی ہے جب وہ میڈیکل کی طالبہ تھی تو کسی کمینے گھٹیا شخص نے اس شریف لڑکی کو اغوا کر لیا تھا یہ بات زیدی کو معلوم ہو گئی تھی اسی آڑ میں وہ اس کے اوپر پریشر ڈالنا چاہتا تھا پھر میں نے سنا کہ زیدی نے اسے کسی دور دراز گاؤں کے سہولیات سے محروم ہاسپٹل میں بھجوا دیا اس سے آگے کی کہانی مجھے معلوم نہیں ہے۔"

طارق کے دماغ میں مسلسل دھماکے ہو رہے تھے اگر اسے رحیم نہ ملتا تو جانے کیا ہوتا خاصی دیر بعد وہ خود کو سنبھال سکا۔

"رحیم ڈاکٹر نریم میری وائف ہے ابھی چند ماہ پہلے ہماری شادی ہوئی ہے تم آنا اسے تم سے مل کر بڑی خوشی ہو گی۔" اب ایک حیرانی رحیم کی منتظر تھی۔

"تم نے بتایا تک نہیں اور چپکے چپکے شادی بھی رچا لی ویسے نریم اچھی لڑکی ہے میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔" رحیم کو افسوس ہو رہا تھا کہ ناحق اس نے طارق کو اس کی اغواء کی کہانی سنائی وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتا مسلسل اس تاثر کو زائل کرنے کی کوششیں کر رہا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

محکمہ صحت کے وزیر کو اقبال نے جو خط لکھا تھا کسی طرح وہ خط عفرا کے ہاتھ لگ گیا ادھر ثمرین نے خدمت کمیٹی کے ممبران کو گمنام کال کے ذریعے ڈاکٹر نریم کے بارے میں جھوٹی اطلاعات دیں اگر وہ خط پوسٹ ہو جاتا تو نریم کی ساری نیک نامی بھاپ بن کر اڑ جاتی اس میں لکھا ہوا تھا کہ ڈاکٹر نریم ہاسپٹل میں آنے والے دوائیوں کے اسٹاک اپنے قبضے میں کر لیتی ہے اور اس کی جگہ دو نمبر دوائیاں رکھوا کر مریضوں کی صحت سے کھیلتی ہے اور بھی اس طرح کی باتیں تھیں وہ ابھی یہ خط لیے پریشانی کے عالم میں کچھ سوچ ہی رہی تھی کہ اسے او ڈی سی کے آنے کی اطلاع ملی اسے جو کچھ کرنا تھا جلد کرنا تھا۔

"طارق صاحب پلیز جلدی ہاسپٹل پہنچیں۔" جیسے ہی وہ گھر لوٹا عفرا کی کال آ گئی 'یقیناً' کوئی غیر معمولی بات تھی۔

"عفرا اب کیا ہو گا میں نے کچھ نہیں کیا ہے تم جانتی ہو کہ یہ جھوٹ ہے میرے خلاف سازش ہے۔" وہ بری طرح رو رہی تھی۔

"کچھ نہیں ہو گا میں نے چوہدری طارق کو کال کی ہے وہ دیکھو وہ آ چکے ہیں۔" اس نے کھڑکی سے باہر اشارہ کیا تو نریم اور بھی پریشان ہو گئی نہ جانے اب کیا ہونے والا تھا وہ تو پہلے ہی بدگمانیوں کی زد میں تھا جو کسر رہ گئی تھی اب پوری ہونے والی تھی عفرا نے یہ کیا کیا تھا اسے اور بھی زیادہ رونا آ رہا تھا۔

طارق نے سب کچھ خود ہینڈل کر لیا تھا نریم کی جان اس نے آسانی سے چھڑا لی تھی ہاں اقبال اور ان تینوں نرسوں کو پوری پوری سزا دلوانے کا ارادہ تھا جنہوں نے یہ منصوبہ بنایا تھا۔

"نریم فوراً" اپنا استعفیٰ لکھو۔" وہ اندر آیا تو بے انتہا سنجیدہ لگ رہا تھا وہ بے چاری ڈر گئی کہ نہ جانے کیا بات ہوئی ہے جو اسے استعفیٰ لکھنے کو کہا جا رہا ہے۔ طارق نے عفرا کو باہر آنے کا اشارہ کیا نریم ڈھیلے ڈھیلے ہاتھوں سے کاغذ پہ قلم گھسیٹ رہی تھی۔

"عفرا تھینک یو ویری مچ آپ نے مجھے بہت بڑی پریشانی سے بچا لیا ہے۔" وہ ممنون و متشکرانہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔ نریم بہت اچھی اور ہمدرد لڑکی ہے اس نے اپنی پروا کیے بغیر اس

ہاسپٹل کو سنوارا اسی وجہ سے لوگوں کا اعتماد بحال ہوا میں کیسے برداشت کر سکتی تھی کہ ایک بے گناہ لڑکی سزا جھیلے۔" وہ آہستہ آہستہ بول رہی تھی۔

"میں نے بہت پہلے سے یہ سوچ رکھا تھا کہ نریم کو کوئی اچھا سا تحفہ دوں گا ایک بار میں اپنی زمینوں کا جائزہ لینے نکلا تو جھٹ میرے ذہن میں آیا کہ کیوں نہ نریم کو ایک ہاسپٹل تحفے میں دیا جائے کافی عرصے سے اس پہ کام ہو رہا ہے۔ میں نے نریم کو ابھی تک اس بات کا پتہ نہیں چلنے دیا ہے وہ خود جب اس کا افتتاح کرے گی تو جان لے گی میں آپ کو سب سے پہلے وہاں جاب آفر کرتا ہوں۔

میں نے اس ہاسپٹل کے کرتا دھرتا افراد سے موبائل پہ بات کی ہے انہوں نے ذمہ دار اور ایماندار عملے کو یہاں تعینات کرنے کا وعدہ کیا ہے۔" طارق نے اسے بتایا تو وہ ہلکی پھلکی سی ہو گئی نریم کی خوش قسمتی میں کلام نہیں تھا اندر وہ استعفیٰ لکھ چکی تھی نہ جانے طارق اسے کیا سزا دینے والا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" وہ کاغذ پہ نظر دوڑاتے ہوئے مطمئن انداز میں بولا۔

"ڈاکٹر عفرا بہت جلد آپ کو بھی ایسا ہی استعفیٰ لکھنا پڑے گا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"نہیں طارق صاحب میں استعفیٰ نہیں لکھوں گی اگر سارے ایماندار ادھر چلے گئے تو ادھر کا کیا بنے گا ویسے میں میدان سے بھاگنے کے بجائے مقابلہ کرنے کی قائل ہوں نیکی، سچائی اور ہمت اپنا آپ منوا ہی لیتی ہے جیسے اس وقت ہوا ہے۔"

"بہت خوب بہت خوب مجھے آپ کے خیالات نے متاثر کیا ہے واقعی کچھ ایماندار ادھر بھی ہونے چاہئیں تاکہ بیلنس رہے۔" وہ شرارت سے مسکرا رہا تھا نریم ان کی مبہم گفتگو سے کوئی نتیجہ اخذ نہ کر سکی۔

بڑے دنوں بعد آج اسے شرجیل بھائی اور امی کی شکل نظر آئی تھی ان کے سینے سے لگتے ہی اس کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے وہ ننھی سی بچی کی طرح سسک رہی تھی جس کی ماں کی آغوش چھن گئی ہو رضوانہ بیگم اور شرجیل کو اس کے اس دکھ کا بخوبی احساس تھا جو تین چار برسوں سے اس کے سینے میں پل رہا تھا نظروں سے گر جانے کا دکھ بہت بڑا ہوتا ہے وہ اسی کے ہاتھوں بے حال تھی شرجیل کو احساس ہو رہا تھا کہ انہیں بہن کا موقف سن لینا چاہیے تھا اسے کتے کی طرح دھتکار نہیں دینا چاہیے تھا بہن بھی ایسی جس کی پاکیزگی کی قسمیں کھائی جاتی تھیں بہت دیر تک وہ اس کا سر محبت سے سہلاتے رہے ان ہاتھوں میں آج محبت کا احساس تھا وہ شانت ہو گئی۔

رات کے کھانے کے بعد رضوانہ اور شرجیل جلد ہی سو گئے اتنا لمبا سفر کر کے آئے تھے جسمانی تھکن بے پناہ تھی نرم گرم بستر میسر آتے ہی نیند نے آ لیا تھا لاؤنج میں سب جمع تھے وی سی آر پہ گانے چل رہے تھے خاور کا بیٹا ٹیپو جھوم جھوم کر گا رہا تھا۔

بالوں کے پیچھے چٹلی
چٹلی کے پیچھے چٹلی
چٹلی کے نیچے ہے پراندہ
پراندے میں دل اٹکا

نریم کو اندر آتے دیکھ کر خاموشی چھا گئی ٹیپو کی زبان رک گئی طارق آہستگی سے اس کے کان میں بولا۔

"تمہاری آنٹی کو ایسے گانے پسند نہیں ہیں۔" ٹیپو نے وی سی آر آف کر دیا۔

"آئی ایم سوری آنٹی آئندہ ایسے گانے نہیں سنوں گا۔"

"ہاں بھئی نریم تم نے خوب ان کا برین واش کیا ہے مجھے یقین ہے بہت جلد یہ سنبھل جائیں گے ٹیپو کی شرمندگی حوصلہ افزا ہے۔" خاور کہہ رہا تھا۔

"ہاں بھئی نریم تم نے تو ہمارے گھر میں سب کو باذوق بنا دیا ہے اچھی شاعری اور میوزک کا سینس دیا ہے جو چیز بار بار سنی جائے دل پہ ضرور اثر کرتی ہے اگر اچھا گانا اچھی شاعری سنی جائے گی تو دل و دماغ پہ مثبت اثرات مرتب کرے گی واقعی ہمارا اسلام بلاشبہ عظیم ترین مذہب ہے جذبات کو برانگیختہ کر دینے والی موسیقی نہ سننے میں بھی ایک حکمت ہے میں نے آج ہی اخبار میں ایک ڈاکٹر کی رائے پڑھی ہے جو کہتا ہے

کہ اچھی اور سچی شاعری انسان کو مذہب کی طرف زیادہ راغب کرتی ہے۔ بابا بلھے شاہ سلطان باہو اور غلام فرید کی کافیاں سن کر لوگ کیسے وجد میں آجاتے ہیں اس کے برعکس گھٹیا شاعری اور گھٹیا میوزک انسان کو برے برے کاموں پر اکساتا ہے۔"

خاور کی باتیں سب کے دل میں اتر گئیں نریم نے اس کی طرف دیکھا گویا یہ سب اس کے دل کی آواز تھی اس نے مزید اضافہ کیا۔

"معلوم ہے نصرت فتح علی خاں کو سن کر بہت سے غیر مسلم مسلمان ہو گئے تھے یقیناً" ان کی شاعری اور میوزک میں کوئی طاقت تھی جس نے ان گمراہ لوگوں کو روشنی میں لا کھڑا کیا بس یہ دل کے اندر سے اٹھتا ہوا کوئی جذبہ ہوتا ہے جو آن واحد میں سارے اعصاب کو جکڑ کر اس سے خدائے واحد کا اقرار کروا کر دم لیتا ہے۔"

طارق یک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا سچائی اور نیکی کے حسن سے اس کا چہرہ کچھ اور بھی حسین لگ رہا تھا واقعی یہ لڑکی چاہے جانے کے قابل تھی سب خاموش اور اپنے خیالوں میں غلطاں تھے یاور نے خاموشی کو توڑا۔

"کوئی بات کرو سب کو سانپ سونگھ گیا ہے۔" اس نے خوشگوار ماحول پیدا کرنا چاہا۔

"میں تو جا رہی ہوں سونے رات بہت ہو گئی ہے۔" نریم اٹھ کھڑی ہوئی اس کے بعد طارق بھی سب کو شب بخیر کہتا آگیا وہ سارے بھی اٹھ گئے۔ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد نریم نے بیڈ پر بند کر دیا طارق فلور کشن پہ بیٹھا اس کے فارغ ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

"میں یہاں سو سکتا ہوں۔" وہ اسے جائے نماز تہ کرتے دیکھ کر بولا۔

"آپ کا کمرا ہے جہاں مرضی سوئیں۔" وہ اسے طارق کا نیا وار سمجھی تو رسان سے بولی۔

"مرضی مرضی، مرضی اچھا مذاق ہے با اختیار ہوتے ہوئے بھی بے بس ہوں اس کے برعکس ایک بے بس لڑکی جس کے پاس کوئی طاقت نہیں ہے با اختیار ہے ایسا کیوں ہے وہ با اختیار شخص اختیار رکھتے ہوئے بھی کیوں بے اختیار ہے اور وہ لڑکی کیوں اتنی طاقتور ہے جبکہ اس کے پاس ظاہراً" کوئی اختیار نہیں ہے تم بتاؤ ناں ایسا کیوں ہے؟" وہ اس کے نازک سراپے کو نگاہوں میں قید کرتے ہوئے بولا۔

"بھلا مجھے کیا پتہ؟" وہ واقعی لاعلم تھی۔

"میں بتاؤں وہ کمزور بے بس اور بے اختیار لڑکی تم ہو صرف تم اور میں با اختیار مرد ہوتے ہوئے بھی بے اختیار ہوں۔"

"بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے ایک با اختیار شخص بے اختیار ہو جائے۔"

"بالکل ایسے ہی جیسے اس وقت ہو رہا ہے تم میرے سامنے بیٹھ کر ہونٹوں کو دانتوں سے کچل رہی ہو اور میں تمہیں روک بھی نہیں سکتا اب بتاؤ میں با اختیار ہوتے ہوئے بھی بے اختیار ہوں کہ نہیں۔"

"تو ایسا کیوں ہے آپ با اختیار ہو کر بے بس کیوں ہیں۔" وہ بے ساختہ کہہ تو گئی مگر پھر پچھتائی بھی۔

تمہارے معاملے میں خود میرا دل
میرے مقابل میں ڈٹ گیا ہے

"کچھ ضروری کام کرنے ہیں اس کے بعد مجھے بالادستی ہو گی۔" وہ پھر الجھ الجھ گئی نہ جانے ان باتوں کا کیا مطلب تھا وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔

"ذرا اپنا دوپٹہ تو دینا میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے" طارق نے اس کے شانے سے دوپٹے کو کھینچا تو وہ اس کی منافقت پہ دل ہی دل میں راکھ ہو گئی۔

"با اختیار ہوتے ہوئے بھی بے اختیار شخص۔"

"سر میں درد ہو رہا ہے تو سر درد کی گولی لیں دوپٹے سے بھی کبھی درد ختم ہوا ہے۔"

"میرا ہو جاتا ہے دوپٹے والی نہ سہی اس کا دوپٹہ ہی سہی۔" وہ اناڑی پنے سے دوپٹہ پگڑی کے اسٹائل میں سر کے اردگرد لپیٹتے ہوئے شرارت سے بولا تو وہ نئے دوپٹے کے متوقع حشر پہ فاتحہ پڑھ کر رہ گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"نریم یار جلدی کرو دیر ہو رہی ہے۔" وہ چوتھی بار

کمرے میں جھانک کر گیا تھا صبح سے اسے تیار ہونے کا آرڈر ملا ہوا تھا نہ جانے وہ اسے کہاں لے جانا چاہتا تھا اور پھر پیار کا طرز تخاطب بھی معنی خیز تھا۔

"ذرا ٹھہریئے میں امی کو بتا آؤں۔" وہ جھکے پاؤں میں ڈالتی رقیہ بیگم کے کمرے کی طرف جانے ہی والی تھی کہ طارق نے اس کا بازو تھام لیا۔

"رہنے دو امی یہاں نہیں ہیں۔" پھر وہ اسے سوال جواب کی فرصت دیئے بغیر گاڑی تک لے آیا۔ ایک نو تعمیر شدہ بلڈنگ کے آگے بہت سی گاڑیاں کھڑی تھیں اور ان میں اس کے جانے پہچانے چہرے تھے تایا ابو چھوٹے تایا، چچا جان، بڑی امی، امی، تائی چچی، سارہ عمارہ، ثناء، خاور، یاور اور عفرا بلڈنگ پہ لگی سنہری تختی پہ "نریم ہاسپٹل" لکھا دیکھ کر اسے سب کی یہاں موجودگی سمجھ آگئی؟ نہ جانے کیا تھا یہ شخص زخم لگا کر بعد میں پھاہے رکھتا تھا وہ رونا شروع ہو گئی بڑی اماں نے ربن کاٹنے کے لیے قینچی اس کے ہاتھ میں تھمائی تو اس نے سوں سوں کرتے ہوئے فیتا کاٹا سب کے ساتھ اس نے بھی گھوم پھر کے ہاسپٹل کا جائزہ لیا جدید ترین سہولیات سے آراستہ یہ ہاسپٹل اسے خوابوں کی تعبیر لگا۔

"بڑی امی مجھے کسی نے کچھ نہیں بتایا۔" گھر آتے ہی وہ شروع ہو گئی "بیٹا وہ اپنے بدصورت رویئے کا ازالہ کر رہا تھا جو اس سے تمہارے اغواء سے سرزد ہوا تھا اس نے مجھے سب سے پہلے بتایا کہ اس نے انتقام میں اندھے ہو کر ایک لڑکی کی زندگی خراب کر دی ہے سب تمہیں اس بدنامی کے اندھے کنویں سے نکالنا چاہتے تھے جس میں طارق نے تمہیں پھینکا تھا ہم نے بڑے فخر سے تمہیں اپنی عزت بنایا ہے اس پہ ہمیں کوئی ندامت نہیں ہے اور ہاں طارق کے کیے کی معافی ہم اس کی طرف سے تمہارے گھر والوں سے پہلے ہی مانگ چکے ہیں مگر طارق کو اس کی خبر نہیں ہے۔"

"بڑی اماں۔" وہ روتے ہوئے ان کے گلے لگ گئی۔

"آپ کتنی اچھی ہیں بلکہ آپ سب اچھے ہیں۔"

"اب بس کرو میری بچی نریم ہم سب سے اچھی ہے ہو سکے تو طارق کو معاف کر دو بیٹا۔" رقیہ نے اس کے آنسو صاف کیے۔

طارق شکار پر جا رہا تھا ——

اسے اپنی روانگی کی اطلاع دینے جب وہ آیا تو نریم نے ٹیبل پر رکھا ایک خنجر دیکھنے کو اٹھایا، وہ ناراضگی سے گویا ہوا۔

"اسے یہیں رکھ دیں۔"

"کیوں اس میں کون سے ہیرے جڑے ہوئے ہیں اور اس میں غصہ کرنے کی کیا بات ہے۔ ایک خنجر ہی تو اٹھایا ہے۔"

"اس سے بہتر تھا اٹھا کر سینے میں اتار دیتیں۔" وہ تلخی سے بولا اور ریوالور کی نال صاف کرنے لگا۔

"اور پھر خود ہی علاج کرتی کیونکہ مفت کا ڈاکٹر آپ کو میسر ہے۔" مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پہ چمکی۔

"ویسے بہتر نہیں ہے کہ مجھے بھی شکار پہ ساتھ لے جائیں اگر آپ زخمی وخمی ہو گئے تو ٹریٹ منٹ دوں

گی۔" وہ کہیں مذاق تو نہیں کر رہی تھی طارق نے نگاہیں اٹھا کر جائزہ لیا ہنسی کو ضبط کرنے کی کوشش میں اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"کیوں کیا اور ڈاکٹر مر گئے ہیں۔"

"مر تو نہیں گئے ہیں مگر میرے جیسا علاج ہر کوئی نہیں کر سکتا۔" طارق نے ٹیبل پہ پڑے اسلحے کو دیکھا اور پھر اسے جوان پلسل و خنجر سے زیادہ طاقتور تھی یقیناً" وہ اسے تنگ کر رہی تھی زیدی والے معاملے سے بھی وہ آگاہ ہو چکی تھی۔

"ڈاکٹر صاحبہ ہم آپ کی بہادری کے معترف ہیں مگر بات تو اندر آ کر کریں۔" نریم کی بے خبری سے فائدہ اٹھا کر طارق نے اسے دروازے سے اندر کھینچ لیا۔

"چھوڑیں مجھے بڑی اماں میرا انتظار کر رہی ہوں گی پھر آپ کو شکار پر بھی تو جانا ہے۔"

"بھاڑ میں گیا شکار مجھے آج بڑا غصہ آ رہا تھا اس لیے شکار پر جانے کا پروگرام بنا لیا مگر اب کینسل کر دیا ہے اس لیے کہ۔۔۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"کس لیے۔" نریم نے بے تابی سے پوچھا کیونکہ طارق فی الحال شرافت کے جامے میں ہی تھا۔

"اس لیے کہ میرے سامنے ایک پیاری سی ہرنی کھڑی ہے سوچا آج اسی کا شکار کر ڈالیں۔"

"جی نہیں۔" وہ واقعی خوفزدہ ہرنی کی مانند ہو گئی۔

"جی ہاں، اعتراض کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا آج میں بااختیار بھی ہوں اور مضبوط بھی آنٹی انکل کو میں نے ایک ایک بات بتا دی ہے انہوں نے مجھے معاف کر دیا ہے تم بھی کر ڈالو۔" نریم نے اسے دھکا دیا تو وہ اپنی جھونک میں سیدھا ٹیبل پہ گرا گرنے سے بچنے کے لیے اس نے ٹیبل کو تھامنا چاہا تو چمکدار خنجر ہاتھ میں آ گیا پل بھر میں اس کا ہاتھ سرخ سرخ خون سے بھر گیا اچھا خاصا گہرا گھاؤ لگا تھا اسے۔

"یہ تو نے کیا کر دیا ہے نریم" اس نے خود کو ملامت کی اور طارق کا زخمی ہاتھ تھاما۔

"تمہیں کمرے میں چلیں فرسٹ ایڈ بکس وہیں ہے۔" وہ بے پناہ شرمندہ تھی۔

"جی شکریہ میں خود ہی کچھ بندوبست کر لوں گا۔" اس نے ہاتھ چھڑانا چاہا۔

"پلیز طارق۔" نریم کی آنکھوں میں حسین التجا تھی۔

"میں یہیں فرسٹ ایڈ بکس لے آتی ہوں۔"

"میں نے کہا ناں اس کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ جیب سے رومال نکال کر زخم پر باندھ چکا تھا۔

"پلیز طارق زخم بگڑ جائے گا۔" وہ اس کے بے حد قریب آ گئی، طارق نے اسی زخمی ہاتھ سے اسے مزید قریب کیا اور بولا۔

"اب سارے زخم بھر گئے ہیں۔"

"طارق بے احتیاطی مت کریں۔"

اس پہ کوئی اثر نہیں ہوا۔

"ایک تو تم رومینٹک بھی نہیں ہونے دیتیں سوچ رہا ہوں تم سے کیا کہوں مگر مجبوری بھی ہے رومینٹک گانے سننے پہ تم نے پابندی لگا دی ہے اب کیسے رومینس جھاڑوں گا تم سے۔" اس کی پریشانی قابل دید تھی نریم کو ہنسی آ گئی۔

"ٹھیک ہے میں جا رہی ہوں کسی ڈاکٹر سے بینڈیج کروا لیجئے گا۔"

"ڈاکٹروں کو مارو گولی میں نے تو تم سے ہی علاج کروانا ہے بے شک جتنا مرضی زخمی کر لو مگر علاج اپنے پیارے پیارے ہاتھوں سے کرنا۔"

طارق نے جاتی نریم کا آنچل پکڑا، آنچل کے ساتھ وہ خود بھی آ گئی، دونوں سرے جو طارق کے ہاتھ آ گئے تھے جونہی طارق کا دھیان ہٹا وہ بھاگ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے میں ابھی بینڈیج کروا کر آتا ہوں اور پھر اسی زخمی ہاتھ سمیت تم سے بہت سارے اعترافات کروں اور کرواؤں گا۔" طارق نے اسے دھمکی دی اس کے پیچھے پیچھے وہ بھی اندر آ گیا یہاں وہ بڑی اماں کے پاس فرسٹ ایڈ باکس رکھے سوچ رہی تھی۔

"مجھے اب تم سے نفرت نہیں بلکہ محبت کرنی پڑے گی کیونکہ تم نے مجھے پھر سے اٹھا کر کھڑا کیا ہے۔"

♥ ♡ ♥